قربانی

کے فضائل و مسائل

دلائل و عباراتِ فقہیہ کے ساتھ

- قربانی کی حقیقت اور تجدد پسندوں کی غلط فہمی کا ازالہ
- کیا چوتھے دن کی قربانی بھی اسلام میں ہے؟ ......نہیں
- قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف کون؟ ....دینی مدارس کے طلبہ
- عید کی نماز کا طریقہ اور مسبوق کے مسائل
- نمازِ عید میں زائد تکبیریں کتنی ہیں.....؟ چھ
- خصی جانور کی قربانی؟ ....افضل ہے

مُرتّب

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب

تلمیذ رشید

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

ناشر تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین

مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب کی چند کتابیں

ناشر تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین

مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت	۵
۲	قربانی کی اہمیت	۷
۳	قرآن وحدیث اور قربانی	۷
۴	قربانی کے متعلق احادیث	۸
۵	امت مسلمہ کا عمل اور قربانی	۹
۶	ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ	۱۰
۷	تکبیراتِ تشریق	۱۲
۸	نصابِ قربانی اور قربانی کے وجوب کی شرائط	۱۵
۹	قربانی کے جانور اور ان کی عمریں	۲۱
۱۰	مرغی، انڈے کی قربانی اور غیر مقلدین	۲۲
۱۱	بھینس کی قربانی	۲۲
۱۲	وہ عیب دار جانور جن کی قربانی ناجائز ہے	۲۳
۱۳	وہ عیب دار جانور جن کی قربانی جائز ہے لیکن ناپسندیدہ اور مکروہ ہے	۳۰
۱۴	ایامِ قربانی	۳۴
۱۵	احناف کے دلائل	۳۴
۱۶	قربانی کے متفرق مسائل	۳۹
۱۷	قربانی میں شرکت کے احکام	۴۵
۱۸	اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا مسئلہ	۵۲
۱۹	غیر مقلدین اور مرزائی کی شرکت	۵۴
۲۰	قربانی کے آداب اور مستحبات	۵۵
۲۱	قربانی کے مکروہات	۵۸
۲۲	متفرق مسائل	۶۱
۲۳	گوشت اور چرم (کھال) کے مسائل	۶۴
۲۴	قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف	۶۹
۲۵	عیدالاضحیٰ کے دن مسنون ومستحب اعمال	۶۹
۲۶	عیدین کی نماز اور متفرق مسائل	۷۰
۲۷	نمازِ عید اور زائد تکبیریں	۷۴
۲۸	جانور کو خصی کرنے کا حکم (تفصیلی مضمون)	۷۸
۲۹	وجوب قربانی میں سونے کا نصاب معتبر ہے یا چاندی کا؟	۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

اس عشرہ کی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

قرآنِ کریم میں سورۃ الفجر کی آیت ''وَلَيَالٍ عَشْرٍ'' (اوردس راتوں کی قسم) سے امام قرطبی اور کئی دوسرے مفسرین حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کی دس راتوں کومراد لیا ہے۔

قال العلامة ابن كثير رحمه الله تعالىٰ: والليالي العشر: المراد بها عشر ذي الحجة. كما قاله ابن عباس وابن الزبير ومجاهد وغير واحد من السلف والخلف. وقد ثبت في صحيح البخاري عن ابن عباس مرفوعا: ما من أيام العمل الصالح أحب إلى الله فيهن من هذه الأيام يعني عشر ذي الحجة قالوا: ولا الجهاد في سبيل الله؟ قال: ولا الجهاد في سبيل الله؟ قال: ولا الجهاد في سبيل الله إلا رجلا خرج بنفسه وماله ثم لم يرجع من ذلك بشيء. (تفسير ابن كثير ۴/۵۰۵، ط:قديمى)

وقال العلامة القرطبي رحمه الله تعالىٰ: وَلَيَالٍ عَشْرٍ أي ليال عشر من ذي الحجة. وكذا قال مجاهد والسدي والكلبي في قوله: وَلَيَالٍ عَشْرٍ هو عشر ذي الحجة. (الجامع لاحكام القرآن للقرطبي ۲۰/۳٦، ط:رشيديه)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس (ذی الحجہ کے) دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہاں! وہ شخص جو اپنی جان اور مال لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آیا (یعنی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نثار کر دیا تو یہ ان دنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)۔

وعن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من أيام العمل الصالح فيهن أحب إلى الله من هذه الأيام العشرة قالوا: يا رسول الله ولا الجهاد في سبيل الله قال: ولا الجهاد في سبيل الله إلا رجل خرج بنفسه وماله فلم يرجع من ذلك بشيء. رواه البخاري (مشكوة ۱۲۷، ۱۲۸، ط:قديمى)

............قال و سئل (رسول الله ﷺ) عن صوم يوم عرفة فقال: يكفر السنة الماضية والباقية. (مسلم ۱/۳٦۸، ط:قديمى)

رسول اللہ ﷺ سے عرفہ (۹/ ذی الحجہ) کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (۹/ ذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

عن ام سلمة رضي الله تعالىٰ عنها: ان النبي ﷺ قال: اذا رأيتم هلال ذي الحجة واراد احدكم ان يضحي فليمسك عن شعره واظفاره.

(مسلم ۲/۱٦۰، ط:قديمى)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب ذی الحجہ کا چاند نظر آئے (یعنی ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے) اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ جسم کے کسی حصے کے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

مسئلہ: قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے ناخن نہ کاٹے اور سر، بغل اور ناف کے نیچے بلکہ بدن کے کسی حصے کے بال بھی نہ کاٹے، لیکن ایسا کرنا مستحب ہے ضروری نہیں۔

مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان ''عشرہ ذی الحجہ میں ناخن وغیرہ نہ کاٹنے کی حیثیت'' کے تحت فرماتے ہیں:

یہ استحباب صرف قربانی کرنے والوں کے ساتھ خاص ہے، وہ بھی اس شرط سے کہ زیرِ ناف اور بغلوں کی صفائی اور ناخن کاٹے ہوئے چالیس روز نہ گزرے ہوں، اگر چالیس روز گزر گئے ہیں تو امورِ مذکورہ کی صفائی واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۷/۴۹۷، ط:سعید)

قربانی کی اہمیت

قربانی قدیم ترین شعائرِ دین میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے اس عملِ قربانی کو اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا، جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكاً .[الحج:۳۴]
''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کے عمل کو عبادت بنایا''۔

بہر حال قربانی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایک بہترین عمل ہے، اس کا ثبوت قرآنِ مجید کے قطعی دلائل، احادیثِ متواترہ اور امتِ مسلمہ کے مسلسل عملی تواتر سے ہے۔

قال العلامة ظفر احمد العثماني رحمه الله تعالىٰ :ولنا ان النبي ﷺ ضحى والخلفاء بعده، ولو علموا ان الصدقة افضل لعدلوا اليها، قال ابن عمر: ضحى رسول الله ﷺ والمسلمون من بعده، وجرت به السنة، رواه ابن ماجة (۲۳۲) وسنده حسن، وصح عنه ﷺ انه قال:''من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا'' وقال تعالىٰ :﴿ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام﴾ وفي كل ذلك اشعار بكون الاضحية من شعائر الله والاسلام.(اعلاء السنن ۱۷/ ۲۸۲،ط:ادارة القرآن)

قرآن وحدیث اور قربانی

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ [الکوثر:۲] ''سو آپ نماز (عید) پڑھیے اور قربانی کیجیے''۔

رئیس المفسرین حضرت ابن عباس، حسن بصری، مجاہد اور عکرمہ تابعی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:**ای فاذبح یوم النحر** کہ آپ عید کے دن قربانی کیجیے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله وانحر قال يقول : فاذبح يوم النحر .(السنن الكبرى للبيهقي ۹/ ۲۵۹،ط:اداره تاليفات)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ''وانحر'' سے اونٹ وغیرہ کی قربانی مراد لی ہے اور اس تفسیر کو ابن عباس، عطاء، حسن بصری، قتادہ، ضحاک اور دوسرے بہت سے سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

قال العلامة ابن كثير رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالىٰ ﴿وانحر﴾ :
وانحر على اسمه وحده لا شريك له. كما قال تعالى: قُلْ إِنَّ صَلَاتِي

وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ .قال ابن عباس وعطاء ومجاهد وعكرمة والحسن: يعني بذلك نحر البدن ونحوها. وكذا قال قتادة ومحمد بن كعب القرظي والضحاك والربيع وعطاء الخراساني والحكم وسعيد بن أبي خالد وغير واحد من السلف.(تفسير ابن كثير ۴/ ۵۵۸،ط:قديمي)

تنبیہ : ''وانحر'' سے سینہ پر ہاتھ باندھنا مراد لینا غلط ہے اور اس سلسلے میں جتنی روایات ہیں سب ضعیف اور کمزور ہیں۔

لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ.[الحج :۳۷]

ترجمہ :اللہ تعالیٰ کے پاس نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے، نہ ان کا خون ولیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

قربانی کے متعلق احادیث

عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت :قال رسول الله ﷺ ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر احب الى الله من اهراق الدم وانه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها واظلافها وان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع بالارض فطيبوا بها نفسا.رواه الترمذي وابن ماجة.(مشكوة ۱۲۸،ط:قديمي)

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کے دن قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ لایا جائے گا اور ذبح کرتے وقت کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے تو خوب خوشی سے اور دل کھول کر قربانی کیا کرو۔

عن زيد بن ارقم ؓ قال: قال اصحاب رسول الله ﷺ يا رسول الله! ما هذه الاضاحي؟ قال سنة ابيكم ابراهيم عليه السلام قالو فما لنا فيها يا رسول الله؟ قال بكل شعرة حسنة.قالوا: فالصوف يا رسول الله؟ قال: بكل شعرة من الصوف حسنة.رواه احمد وابن ماجة.(مشكوة ۱۲۹،ط:قديمي)

(۲) حضرت زید بن ارقم ؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے والد (جدِ امجد) حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہمارے لیے اس میں کیا (فائدہ) ہے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (قربانی کے جانور کے) ہر ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر اون کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اون کے ہر بال (ریشے) کے بدلے میں بھی ایک نیکی ہے۔

عن أنس: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم انكفأ إلى كبشين أقرنين أملحين فذبحهما بيده (بخاری ۲/۸۳۳، ط: قدیمی)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے مدینہ طیبہ میں مینڈھوں کی قربانی کی۔

حدثنی جندب بن سفیان قال: شهدت الأضحى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يعد أن صلى وفرغ من صلاته سلم فإذا هو يرى لحم أضاحى قد ذبحت قبل أن يفرغ من صلاته فقال: من كان ذبح أضحيته قبل أن يصلى أو نصلى فليذبح مكانها أخرى ومن كان لم يذبح فليذبح باسم الله.

(مسلم ۲/۱۵۳، ط: قدیمی)

(۴) حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں ہمیں عید کی نماز پڑھائی، آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ بعض لوگوں نے نمازِ عید سے قبل ہی قربانی کرلی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں دوبارہ قربانی کرنا ہوگی۔

عن ابن عمر قال: أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة عشر سنين يضحى. هذا حديث حسن. (ترمذی ۱/۲۷۷، ط: سعید)

(۵) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پورے دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور بلا ناغہ ہر سال قربانی کرتے رہے۔

امت مسلمہ کا عمل اور قربانی

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے ماننے والے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے متبعین، امام اوزاعی، سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ حضرات کے نزدیک قربانی ہر مالدار مسلمان پر واجب ہے۔

قال العلامة العينى رحمه الله تعالىٰ: فعن هذا قال أبو حنيفة بوجوب

الأضحية وبه قال محمد وزفر والحسن وأبو يوسف فى رواية وهو قول مالك والليث وربيعة والثورى والأوزاعى وعن أبى يوسف: إنها سنة وبه قال الشافعى وأحمد وهو قول أكثر أهل العلم وذكر الطحاوى: إن على قول أبى حنيفة واجبة وعلى قول أبى يوسف ومحمد: سنة مؤكدة.

(عمدة القارى ۵/۳۰۵، ط: دار احیاء التراث)

ذهب أبو حنيفة ومالك والثورى إلى أن الأضحية واجبة على الموسر لقوله تعالى: فصل لربك وانحر وذهب الجمهور إلى أنها سنة مؤكدة. والأولى عدم تركها لمن قدر عليها لأن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا.

(تيسير العلام شرح عمدة الاحكام ۱/۲۵۲، ط: قاهرة)

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

بعض لوگ یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ قوم کا اتنا روپیہ جو تین دن میں جانوروں کے ذبح پر ہر سال فضول اور بے جا خرچ ہوجاتا ہے اس کا کوئی مفاد نظر نہیں آتا اگر یہی پیسہ رفاہی اور قومی مفادات پر لگایا جائے تو بہت فائدہ ہوگا اور غرباء ومساکین اپنی ضرورت اور حاجت کے مطابق ان رقوم کو جہاں چاہیں گے لگادیں گے اور مال دینے والا بھی صدقہ کے ثواب سے محروم نہیں رہے گا؟

جواب: (۱) اس دنیا میں جیسے جسمانی صحت کے لیے مختلف غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر غذا کی اپنی جگہ ایک خاصیت ہے، جیسے مختلف کھانے اور انواع واقسام کے پھل وغیرہ، اب اگر کوئی شخص روٹی کی جگہ صرف پانی پر ہی گزارا کرے تو اس کی غذائی ضرورت ہرگز پوری نہ ہوگی بلکہ پانی اپنی جگہ ضروری ہے اور اس کی اپنی تاثیر وخاصیت ہے اور روٹی کے اپنے فوائد ہیں، اسی طرح روحانی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف غذائیں مقرر کی ہیں، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، قربانی، ان میں سے ہر عمل کی اپنی جگہ فرضیت، خاصیت اور ثواب ہے اور ہر عبادت کے الگ الگ مواقع ہیں، اب اگر کوئی شخص روزہ کی جگہ نماز ہی پڑھے تو نماز کا فائدہ ہوگا لیکن روزے کا نہیں، اسی طرح ”اراقہ“ (قربانی کرنا) جدا

حیثیت رکھتا ہے اور صدقہ جدا حیثیت، اگر کوئی شخص قربانی کے دنوں میں قربانی نہ کرے اور سارا مال صدقہ کردے تو اس کو صدقے کا ثواب تو ملے گا لیکن قربانی کے فضائل سے محروم ہی رہے گا اور قربانی کے عظیم عمل کے فوائد اور روحانیت اسے ہرگز حاصل نہ ہوگی۔

(۲) شکل کے بدلنے سے اثرات اور روح بدلتی ہے، مثلاً اونٹ اور بکری کی روح الگ ہے اور گدھے اور کتے کی الگ، اب جو بکری ہے وہ گدھے کی طرح آواز نہیں نکالے گی بلکہ بکری ہی کی طرح آواز نکالے گی اور اگر شکل وصورت بدل جائے گی تو اس کی روح بھی بدل جائے گی، جیسے گائے ہے تو وہ گائے ہی کی آواز نکالے گی نہ کہ گدھے اور بکری کی، ایسے ہی ہر عبادت کی ایک شکل ہے اور ایک اس کی روح ہے، روح تب ہی حاصل ہوگی جب شکل اس عبادت کی ہوگی، مثلاً اگر ہم صدقہ کریں گے تو صدقے کی روحانیت حاصل ہوگی اور نماز پڑھیں گے تو اس کی الگ روحانیت ہے، بالکل اسی طرح قربانی کی شکل کو قائم کرکے قربانی کی روحانیت حاصل ہوگی، یعنی اگر قربانی کے ایام میں سارا مال صدقہ کردیا جائے تو بھی قربانی کے فوائد اور ثمرات اور فضائل سے ہم یکسر محروم ہی رہیں گے اور ادنیٰ قربانی کے برابر بھی ہمیں ثواب حاصل نہ ہوسکے گا۔

(۳) جس طرح ہر دوا میں خاص تاثیر ہوتی ہے اور وہ دوا مخصوص امراض کے خاتمے کی صلاحیت رکھتی ہے نہ کہ ہر مرض کی، جیسے سر درد کے لیے لی جانے والی گولی سے سر کا درد ہی ختم ہوسکے گا نہ کہ پیٹ کا درد، اسی طرح ہر عبادت کے بھی اپنے فوائد اور ثمرات ہیں اور ہر عبادت مخصوص رذائل اور برائیوں کو ختم کرتی ہے، جیسے صدقہ سے آدمی کے اندر سخاوت کی صفت پیدا ہوتی ہے اور بخل زائل ہوتا ہے یوں ہی قربانی سے اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے لیے قربان کرنے، بہادری اور شجاعت کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور بزدلی، نفس اور خواہشات کی محبت ختم ہوتی ہے، جو کہ سارا مال صدقہ کردینے سے حاصل نہیں ہوتی۔

پس ثابت ہوا کہ قربانی اپنی جگہ ایک عظیم عمل ہے اور صدقہ اپنی جگہ۔ ایامِ قربانی میں اس قربانی سے بڑھ کر کوئی ثواب والا عمل نہیں، اور جس طرح ہمیں نماز کی روحانیت کی

ضرورت ہے اسی طرح قربانی کی روحانیت کی بھی ضرورت ہے۔

قال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ :ولنا ان النبی ﷺ ضحی والخلفاء بعده، ولو علموا ان الصدقة افضل لعدلوا الیها، قال ابن عمر: ضحی رسول الله ﷺ والمسلمون من بعده، وجرت به السنة، رواه ابن ماجة (۲۳۲) وسنده حسن، وصح عنه ﷺ انه قال:"من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا" وقال تعالیٰ :﴿ ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم الله علی ما رزقهم من بهیمة الانعام﴾ وفی کل ذلک اشعار بکون الاضحیة من شعائر الله والاسلام. (اعلاء السنن ۱۷/ ۲۸۲،ط:ادارة القرآن)

"تکبیراتِ تشریق"

مسئلہ : ۹/ ذی الحجہ کی فجر سے ۱۳/ ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک بار تکبیرات تشریق یعنی "اَللّٰهُ اَکْبَر اَللّٰهُ اَکْبَر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَر اَللّٰهُ اَکْبَر وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ" کہنا واجب ہے، اور یہ تکبیریں ہر مسلمان پر واجب ہیں خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد اور خواہ مقیم ہو یا مسافر، مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا دیہاتی۔ البتہ عورت آہستہ آواز سے کہے اور مرد درمیانی آواز سے، یہ تکبیریں جمعہ اور ہر فرض نماز کے بعد بھی کہیں۔ صحیح قول کے مطابق عید کی نماز کے بعد بھی کہی جائیں۔ مسبوق ولاحق بھی بقیہ نماز سے فراغت پر تکبیریں کہیں گے۔

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ : (ویجب تکبیر التشریق) فی الأصح للأمر به (مرة) وإن زاد علیها یکون فضلا قاله العینی .صفته(الله أکبر الله أکبر لا إله إلا الله والله أکبر الله أکبر ولله الحمد) هو المأثور عن الخلیل .والمختار أن الذبیح إسماعیل .وفی القاموس أنه الأصح قال : ومعناه مطیع الله (عقب کل فرض) عینی بلا فصل یمنع البناء (أدی بجماعة) أو قضی فیها منها من عامه لقیام وقته کالأضحیة (مستحبة) خرج جماعة النساء والغزاة لا العبید فی الأصح جوهرة أوله(من فجرعرفة) وآخره (إلی عصر العید) بإدخال الغایة فهی ثمان صلوات ووجوبه (علی إمام مقیم) بمصر (و) علی مقتد (مسافر أو قروی أو امرأة) بالتبعیة لکن المرأة تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر (وقالا بوجوبه فور کل فرض مطلقا) ولو منفردا أو مسافرا أو امرأة لأنه تبع للمکتوبة (إلی) عصر الیوم

الخامس (آخر أيام التشريق وعليه الاعتماد) والعمل والفتوى فى عامة الأمصار وكافة الأمصار. ولا بأس به عقب العيد لأن المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم وعليه البلخيون ولا يمنع العامة من التكبير فى الأسواق فى الأيام العشر وبه نأخذ بحر ومجتبى وغيره (ويأتى المؤتم به) وجوبا(وإن تركه إمامه) لأدائه بعد الصلاة .

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله عقب كل فرض عينى) شمل الجمعة ....(الشاميه ۲/۱۷۷ ...... ۱۸۰،ط:سعيد)

وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ :وهذا كله عند أبى حنيفة أخذا من قول علىّ "لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحى إلا فى مصر جامع" فإن المراد بالتشريق التكبير كما قدمناه ؛لأن تشريق اللحم لا يختص بمكان دون مكان وأما عندهما فهو واجب على كل من يصلى المكتوبة ؛ لأنه تبع لها فيجب على المسافر والمرأة والقروى قال فى السراج الوهاج والجوهرة والفتوى على قولهما فى هذا أيضا فالحاصل أن الفتوى على قولهما فى آخر وقته وفيمن يجب عليه.(البحر الرائق ۲/۲۸۹،۲۹۰،ط:رشيديه)

فى الهندية : وكذا يجب على المسبوق ويكبر بعد ما قضى ما فاته.
(الفتاوى الهندية ، ۱/۱۵۲،ط:رشيديه)

مسئله : یہ تکبیریں سلام پھیرنے کے متصل بعد واجب ہیں اس لیے اگر سلام پھیر کر کوئی ایسا کام کرلیا جو نماز کے منافی ہے مثلاً آواز سے ہنس پڑا یا عمداً وضو توڑ دیا یا کلام کرلیا۔خواہ عمداً ہو یا سہواً یا مسجد سے نکل گیا یا کھلے میدان میں نماز پڑھی اور صفوں سے باہر نکل گیا ان تمام صورتوں میں تکبیریں ساقط ہوجائیں گی اس پر استغفار ضروری ہے۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : وأما محل أدائه فدبر الصلاة وفورها من غير أن يتخلل ما يقطع حرمة الصلاة حتى لو ضحك قهقهة أو أحدث متعمدا أو تكلم عامدا أو ساهيا أو خرج من المسجد أو جاوز الصفوف فى الصحراء لا يكبر ؛لأن التكبير من خصائص الصلاة حيث لا يؤتى به إلا عقب الصلاة فيراعى لإتيانه حرمتها وهذه العوارض تقطع حرمتها ولو صرف وجهه عن القبلة ولم يخرج من المسجد ولم يجاوز الصفوف أو سبقه الحدث يكبر ؛لأن حرمة الصلاة باقية والأصل أن كل ما

يقطع البناء يقطع التكبير وما لا فلا.(البحر الرائق ۲/۲۸۸،۲۸۹،ط:رشيديه)
ومثله فى الشاميه ۲/۱۷۹،ط:سعيد.

مسئله : اگر سلام پھیر کر چہرہ قبلے سے پھیرلیا اور مسجد سے نہیں نکلا یا میدان میں نماز پڑھ کر صفوں کی حدود سے ابھی نہیں نکلا یا سلام کے بعد بلا قصد وضو ٹوٹ گیا تو تکبیریں کہنے کے لیے وضو کرنا ضروری نہیں۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : ولو صرف وجهه عن القبلة ولم يخرج من المسجد ولم يجاوز الصفوف أو سبقه الحدث يكبر ؛ لأن حرمة الصلاة باقية والأصل أن كل ما يقطع البناء يقطع التكبير وما لا فلا.
(البحر الرائق ۲/۲۸۹،ط:رشيديه)

قال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ :ولو خرج من المسجد أو تكلم عامدا أو ساهيا أو أحدث عامدا سقط عنه التكبير .وفى الاستدبار عن القبلة روايتان. ولو أحدث ناسيا بعد السلام قبل التكبير الأصح أنه يكبر ولا يخرج للطهارة.(فتح القدير ۲/۵۰،ط:رشيديه قديم)

مسئله : مقتدی امام کے ساتھ تکبیریں کہیں،اگر امام بھول جائے تو مقتدی تکبیر کہہ دیں۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : لو تركه الإمام فعلى القوم أن يأتوا به كسامع السجدة مع تاليها بخلاف ما إذا لم يسجد الإمام للسهو فإنهم لا يسجدون. قال يعقوب صليت بهم المغرب يوم عرفة فسهوت أن أكبر بهم فكبر بهم أبو حنيفة رحمه الله .(البحر الرائق ۲/۲۹۰،ط:رشيديه)
(ومثله فى الشاميه ۲/۱۸۰،ط:سعيد)

مسئله : اگر ایام تشریق کی کوئی نماز قضاء ہوگئی اور ایام تشریق ہی میں اس کی قضاء کی تو اس کے بعد بھی تکبیریں کہنا ضروری ہے البتہ اگر سابقہ ایام کی قضاء نمازیں ایام تشریق میں پڑھیں یا ایام تشریق کی قضاء نمازیں ان ایام کے گزرجانے کے بعد پڑھیں تو تکبیریں نہ کہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله أو قضى فيها الخ) الفعل مبنى للمجهول معطوف على أدى والمسألة رباعية: فائتة غير العيد قضاها فى أيام العيد، فائتة أيام العيد قضاها فى غير أيام العيد، فائتة أيام العيد قضاها فى أيام العيد من عام آخر، فائتة أيام العيد قضاها فى أيام العيد من عامه

ذلک، ولا یکبر إلا فی الأخیر فقط کذا فی البحر، (فقوله أو قضی فیها) أی فی أیام العید احترازا عن الثانیة و(قوله منها) أی حال کون المقضیة فی أیام العید من أیام العید احترز به عن الأولی (وقوله من عامه) أی حال کون أیام العید التی تقضی فیها الصلاة التی فاتت فی أیام العید من عام الفوات احترز به عن الثالث اهـ ح.(الشامیه ۲/۱۷۹،ط:سعید)ومثله فی البحر الرائق ۲/۲۹۰،ط:رشیدیه

مسئلہ : تکبیریں ایک بار کہی جائیں یا زائد بار؟ اس میں اختلاف ہے، ایک سے زائد بار کہنے کو بعض خلافِ سنت فرماتے ہیں اور بعض جائز، اختلاف سے بچنے کے لئے ایک بار سے زیادہ نہیں کہنا چاہیے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ :(قوله: وإن زاد الخ) أفاد أن قوله مرة بیان للواجب لکن ذکر أبو السعود أن الحموی نقل عن القراحصاری أن الإتیان به مرتین خلاف السنة اهـ. قلت: وفی الأحکام عن البرجندی ثم المشهور من قول علمائنا أنه یکبر مرة وقیل ثلاث مرات.
(الشامیه ۲/۱۷۸،ط:سعید)
(ومثله فی تبیین الحقائق ۱/۲۲۷،ط:امدادیه)

نصابِ قربانی اور قربانی کے وجوب کی شرائط

نصابِ قربانی : جس کی ملکیت میں سونا، چاندی، مالِ تجارت، نقدی اور ضرورت سے زائد اشیاء میں سے کوئی ایک چیز یا ان میں سے بعض اشیاء کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے۔

اگر صرف سونا ہو تو اگر ساڑھے سات تولہ ہے تو قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔

شرائطِ قربانی: اس کے وجوب کے لیے چھ شرائط ہیں:

(۱) مسلمان ہونا، غیر مسلم پر واجب نہیں۔ (۲) مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں۔
(۳) آزاد ہونا، غلام پر واجب نہیں۔ (۴) بالغ ہونا، نابالغ پر واجب نہیں۔
(۵) عاقل ہونا، مجنون پر واجب نہیں۔ (۶) مالدار ہونا، مسکین نادار پر واجب نہیں۔

فی الهندیة :وأما شرائط الوجوب منها الیسار وهو ما یتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما یتعلق به وجوب الزکاة............والموسر فی ظاهر

الروایة من له مائتا درهم أو عشرون دینارا أو شیء یبلغ ذلک سوی مسکنه ومتاع مسکنه ومرکوبه وخادمه فی حاجته التی لا یستغنی عنها فأما ما عدا ذلک من سائمة أو رقیق أو خیل أو متاع لتجارة أو غیرها فإنه یعتد به من یساره.(الهندیة ۵/۲۹۲،ط:رشیدیه)

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ :وشرائطها : الإسلام والإقامة والیسار الذی یتعلق به) وجوب (صدقة الفطر) کما مر (لا الذکورة فتجب علی الأنثی) خانیة.(وسببها الوقت) وهو أیام النحر وقیل الرأس وقدمه فی التتارخانیة .(الشامیة ۶/۳۱۲،ط:سعید)

قال العلامة قاضی خان رحمه الله تعالیٰ : ولیس علی الرجل ان یضحی عن اولاده الکبار وامراته الا باذنهم وعن ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ انه یجوز بغیر امرهم استحسانا وفی الولد الصغیر عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ روایتان فی ظاهر الروایة یستحب ولایجب بخلاف صدقة الفطر وروی الحسن عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ انه یجب ان یضحی عن ولده الصغیر وولد ولده الذی لا اب له والفتوی علی ظاهر الروایة.
(الخانیة علی هامش الهندیة ۳/۳۴۵،ط:رشیدیه)

زمین کے اعتبار سے قربانی کے وجوب وعدمِ وجوب کی صورتیں مع احکام

﴿۱﴾ زمین سے اتنا غلہ حاصل ہو رہا ہو کہ اس کے اور اس کے اہل وعیال کے سالانہ اخراجات کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

﴿۲﴾ آباد کرنے کی قدرت کے باوجود پوری زمین یا اس کا کچھ حصہ آباد نہیں کرتا، اگر آباد کرتا تو سالانہ اخراجات کے لیے کافی ہو جاتا۔

حکم: ان دونوں صورتوں میں زمین کی قیمت لگائی جائے گی، اگر نصاب کے برابر یا زیادہ ہے تو قربانی واجب ہے، اور اگر نصاب سے کم ہے تو واجب نہیں۔

﴿۳﴾ پوری زمین یا زمین کا کچھ حصہ غیر آباد ہے اور آباد کرنے کی قدرت رکھتا ہے لیکن اگر اس کو آباد بھی کر دیا جائے تو بھی غلہ سالانہ اخراجات کے لیے کافی نہیں۔

﴿۴﴾ پوری زمین آباد ہے لیکن غلہ سالانہ اخراجات کے لیے کافی نہیں۔

﴿۵﴾ غیر آباد زمین اتنی زیادہ ہے کہ اگر اسے آباد کر دیا جائے تو غلہ سالانہ اخراجات کے لیے کافی ہو لیکن آباد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔

حکم: امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تینوں صورتوں میں زمین کی قیمت نہیں لگائی جائے گی، لہٰذا اس زمین کی وجہ سے قربانی واجب نہیں ہوگی، اگرچہ زمین کی قیمت نصاب کے برابر یا زیادہ بھی ہو جائے۔ فتویٰ اسی قول پر ہے۔

حضرات شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تینوں صورتوں میں قیمت لگائی جائے گی۔

قال العلامة ابن مازة البخاری رحمه الله تعالیٰ: وسئل محمد بن الحسن عمن له أراضی یزرعها أوحوانیت یستغلها قال: إن کان غلتها تکفی لنفقته ونفقة عیاله سنة لا یحل له أخذ الزکاة وهو قول أبی حنیفة وأبی یوسف وإن کان غلتها لا تکفی لنفقته ونفقة عیاله سنة قال محمد: یحل له أخذ الزکاة وان کان یبلغ قیمتها الوفاء قال محمد رحمه الله: لست أنظر فی هذا إلی ثمنها وإنما أنظر إلی دخلها وقال أبو حنیفة وأبو یوسف: لا یحل له أخذ الزکاة إذا کان تبلغ قیمتها نصاباً.

والحاصل: أن ما یکون مشغولاً بحاجته الحالیة نحو الخادم والمسکن وثیابه التی یلبسها فی الحال لا تعتبر فی تحریم الصدقة بالإجماع وما یکون فاضلاً عن حاجته الحالیة یعتبر فی تحریم الصدقة وإنما اعتبرنا الفراغ عن الحاجة الحالیة فی التحریم بأنا لو اعتبرنا الفراغ عن الحاجة الحالیة لا یتصور التحریم؛ لأن الإنسان خلق محتاجاً یحتاج إلی جمیع ما فی یدیه فی التالی.

إذا ثبت هذا فنقول: الضیعة فارغة عن الحاجة الحالیة حقیقة فاعتبرناها فی تحریم الصدقة اعتباراً للحقیقة وبقولهما أخذ أبو عبد الله البلخی ومحمد رحمه الله اعتبرها من الحاجة الحالیة؛ لأن الملک فی الضیعة ما لا یستخلف ساعة فساعة فمتی لم تبح له الصدقة یحتاج إلی بیعها إذا کانت غلتها لا تکفی لنفقته ونفقة عیاله سنة ویشق علی کل أحد بیع الضیعة فاعتبر الضیعة من الحاجة دفعاً للمشقة عن الناس وبقوله أخذ محمد بن مقاتل ومحمد بن سلمة بخلاف ما إذا کان غلتها تکفی لنفقته ونفقة عیاله سنة؛ لأنه إذا کان کذلک لا یحتاج إلی بیعها لو لم تبح له الصدقة فلا تعتبر الضیعة والحالة هذه من الحوائج الحالیة فتعتبر فی تحریم الصدقة. (المحیط البرهانی ۳/ ۲۳۱، ط: ادارة القرآن)

مسئلہ: جو شخص مقروض ہو لیکن قرض کی رقم جدا کرنے کے بعد اس کے پاس بقدرِ نصاب مال بچتا ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

فی الهندیة: وأما شرائط الوجوب منها الیسار وهو ما یتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما یتعلق به وجوب الزکاة..........والموسر فی ظاهر الروایة من له مائتا درهم أو عشرون دینارا أو شیء یبلغ ذلک سوی مسکنه ومتاع مسکنه ومرکوبه وخادمه فی حاجته التی لا یستغنی عنها فأما ما عدا ذلک من سائمة أو رقیق أو خیل أو متاع لتجارة أو غیرها فإنه یعتد به من یساره..........ولو کان علیه دین بحیث لو صرف فیه نقص نصابه لا تجب.

(الهندیه، ۵/ ۲۹۲، ط: رشیدیه)

مسئلہ: اگر کچھ رقم قرض دے رکھی ہے یا فروخت شدہ مال کی قیمت باقی ہے تو یہ رقم اگر قابلِ وصول ہے تو قربانی واجب ہے البتہ اگر فی الحال قربانی کے لیے نہ نقد رقم ہے اور نہ ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جسے فروخت کر کے قربانی کر سکے تو قربانی واجب نہ ہوگی البتہ اگر بآسانی قرض مل سکے تو قربانی کی جا سکتی ہے۔

فی الهندیة: له دین حال أو مؤجل علی مقر ملی ولیس فی یده ما یمکنه شراء الأضحیة لا یلزمه أن یستقرض فیضحی ولا یلزمه قیمتها إذا وصل إلیه الدین لکن یلزمه أن یسأل منه ثمن الأضحیة إذا غلب علی ظنه أنه یدفعه. له مال کثیر غائب فی ید شریکه أو مضاربه ومعه ما یشتری به الأضحیة من الحجرین أو متاع البیت تلزمه الأضحیة کذا فی القنیة. (الهندیة ۵/ ۳۰۷، ط: رشیدیه)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

یہ دین قوی ہے جس پر بالاتفاق زکوۃ فرض ہے، لہٰذا قربانی بطریق اولیٰ واجب ہے البتہ اگر قربانی کے لیے نہ نقد رقم ہے اور نہ ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جسے فروخت کر کے قربانی کر سکے تو قربانی واجب نہ ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ۷/ ۵۱۲، ط: سعید)

فی الهندیة: ولو کان علیه دین بحیث لو صرف فیه نقص نصابه لا تجب وکذا لو کان له مال غائب لا یصل إلیه فی أیامه. (الهندیه، ۵/ ۲۹۲، ط: رشیدیه)

مسئلہ: اگر کسی شخص کے پاس بقدرِ نصاب مال تو موجود ہو لیکن وہ اپنے گھر سے دور

کسی اور جگہ مقیم ہوتو اس کو چاہیے کہ گھر پر رابطہ کر کے ایامِ اضحیہ میں کسی کو اپنا وکیل بنا لے اور وہ اس کی طرف سے قربانی کر لے یا یہ مقیم شخص جس جگہ ہے کسی ذریعے سے وہاں رقم منگوا کر خود ہی قربانی کر لے اور اگر ایسی کوئی صورت ممکن نہ ہوتو اس پر قربانی واجب نہیں۔

اسی طرح کوئی شخص یوم الترویہ (آٹھ ذی الحجہ) سے پندرہ دن قبل مکہ پہنچ گیا پھر اگر وہ مقیم شخص متمتع یا قارن ہے تو اس پر دمِ شکر کے ساتھ ساتھ اضحیہ بھی واجب ہے چاہے وہیں قربانی کر لے یا اپنے وطن اصلی میں کسی کو اپنا وکیل بنا لے اور اگر پندرہ دن پہلے نہیں پہنچا تو مسافر ہے اس پر صرف دمِ شکر واجب ہے، قربانی واجب نہیں۔

قال ملک العلماء الكاسانى رحمه الله تعالىٰ : ولو كان عليه دين بحيث لو صرف إليه بعض نصابه ينقص نصابه لا تجب لأن الدين يمنع وجوب الزكاة فلأن يمنع وجوب الأضحية أولى لأن الزكاة فرض والأضحية واجبة والفرض فوق الواجب وكذا لو كان له مال غائب لا يصل إليه فى أيام النحر لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة.(بدائع الصنائع ۵/۶۴،ط:سعيد)

وقال رحمه الله تعالىٰ ايضا :ومنها الاقامة فلا تجب على المسافر..........وذكر فى الاصل وقال ولا تجب الاضحية على الحاج واراد بالحاج المسافر.(بدائع الصنائع ۵/۶۳،ط:سعيد)

مسئلہ : اگر کوئی شخص ایامِ نحر سے قبل صاحبِ نصاب تھا اور جانور بھی خرید چکا تھا لیکن ایامِ نحر میں فقیر ہو گیا تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ :(وفقير)عطف عليه (شراها لها) لوجوبها عليه بذلک حتى يمتنع عليه بيعها.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله لوجوبها عليه بذلک) أى بالشراء وهذا ظاهر الرواية لأن شرائه لها يجرى مجرى الإيجاب وهو النذر بالتضحية عرفا كما فى البدائع. ووقع فى التاترخانية التعبير بقوله شراها لها أيام النحر وظاهره أنه لو شراها لها قبلها لا تجب ولم أره صريحا فليراجع.(الشامية ۶/۳۲۱،ط:سعيد)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

سوال: زید مالدار تھا، اس نے چھ ماہ پہلے قربانی کی نیت سے جانور خریدا، پھر زید مسکین ہو گیا تو کیا اس جانور کی قربانی زید پر واجب ہے یا مستحب؟ بینوا و توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

واجب نہیں۔

قال العلامة التمرتاشى رحمه الله تعالىٰ: والمعتبر آخر وقتها للفقير وضده والولادة والموت فلو كان غنيا فى اول الايام فقيرا فى آخرها لاتجب عليه وان ولد فى اليوم الآخر تجب عليه وان مات فيه لاتجب عليه.(رد المحتار ۵/۲۰۲). (احسن الفتاویٰ ۷/۵۱۱، ط:سعید)

مسئلہ : مشترک مال والے بھائیوں میں سے وہ بھائی جو بالغ ہوں اور ان کا حصہ بقدرِ نصاب بنتا ہو تو ان پر قربانی واجب ہو گی باقی پر نہیں۔

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ : فإن بلغ نصيب أحدهما نصابا زكّاه دون الآخر.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله فإن بلغ الخ) كما لو كانت ثمانون شاة بين رجلين أثلاثا فأخذ المصدق منها شاة لزكاة صاحب الثلثين فلصاحب الثلث أن يرجع عليه بقيمة الثلث لأنه لا زكاة عليه. محيط. (الشامية ۲/۳۰۴،ط:سعيد)

مسئلہ : گھر والوں میں سے جس جس کے پاس نصابِ کامل ہے اس پر علیحدہ قربانی واجب ہے، پورے گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی نہیں۔

فى الهندية : وأما شرائط الوجوب منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة.(الهندية ۵/۲۹۲،ط:رشيديه)

مسئلہ : جس کے پاس ایسی کتابیں ہوں جو ضرورت اور استعمال کی نہ ہوں اور ان کتابوں کی مالیت بقدرِ نصاب ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے۔

قال العلامة الطحطاوى رحمه الله تعالىٰ فى حاشيته على الدر : وفى الصغرى :بالكتب لايعد غنيا الا ان يكون من كل نوع كتابان برواية واحدة

عن شیخ واحد وعن شیخ بروایتین کروایة ابی حفص وابی سلیمان عن محمد لایجب. ولایعد غنیا بکتب الاحادیث والتفسیر وان کان له من کل نوع کتابان وصاحب کتب الطب والنجوم والادب یعد غنیا اذا بلغ قیمتها نصابا.اھ بتصرف.(الطحطاوی علی الدر ۴/۱۶۰،ط:المکتبة العربیه)

قربانی کے جانوراوران کی عمریں

(۱) اونٹ : عمرکم ازکم پانچ سال

(۲) گائے،بیل : عمرکم ازکم دوسال

(۳) بکرا،بکری،دنبہ،بھیڑ: عمرکم ازکم ایک سال

البتہ بھیڑاوردنبہ اگراتنافربہ اورموٹاہوکہ دیکھنے میں پورے سال کامعلوم ہوتوسال سے کم ہونے کے باوجودبھی اس کی قربانی جائزہے،بشرطیکہ چھ ماہ سے کم نہ ہو۔

عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: لا تذبحوا إلا مسنة إلا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن.(مسلم ۲/۱۵۵،ط:قدیمی)

وقال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ: ثم بعد الاتفاق علی هذا القدر اختلفوا فی تقدیر الجذع والثنی علی اقوال والمعتمد عند معشر الحنفیة ان الجذع من الضان ابن ستة اشهر والثنی منها ومن المعز ما تم له سنة ودخل فی الثانیة ومن البقر ما تم له سنتان ودخل فی الثالثة ومن الابل ما تم له خمس سنین ودخل فی السادسة.(اعلاء السنن ۱۷/۲۴۲،ط:ادارة القرآن)

وقال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ: وقال علیه الصلاة والسلام یجوز الجذع من الضأن أضحیة رواه أحمد وابن ماجه وقالوا: هذا إذا کان الجذع عظیما بحیث لو خلط بالثنیات لایشتبه علی الناظرین والجذع من الضأن ما تمت له ستة أشهر عند الفقهاء وذکر الزعفرانی أنه ابن سبعة أشهر والثنی من الضأن والمعز ابن سنة ومن البقر ابن سنتین ومن الإبل ابن خمس سنین.(البحر الرائق ۸/۳۲۵،ط:رشیدیه)

مسئلہ: عمرکے پوراہونے کااطمینان ضروری ہے دانتوں کاہوناضروری نہیں۔

حضرت مفتی رشیداحمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان''قربانی کی عمر میں دو دانت ہونا

ضروری نہیں''کے تحت فرماتے ہیں:

''عمرپوری ہونے کااطمینان ہوتوجائزہے''۔(احسن الفتاوی،۷/۵۲۰،ط:سعید)

تنبیہ : ''مسنہ''کامعنی خودغیرمقلدین نے یہ کیاہے کہ بکری میں جوایک سال کی ہو اوردوسراشروع ہوجائے اورگائے،بھینس میں جودوسال کی ہوتیسراشروع ہوجائے اور اونٹ کاجوپانچ سال کاہواورچھٹاشروع ہوجائے۔(فتاویٰ نذیریہ،فتاویٰ علماءِاہلِ حدیث،بحوالہ رسائل)

مرغی،انڈے کی قربانی اورغیرمقلدین

مسئلہ: مرغا،مرغی اورانڈے کی قربانی جائزنہیں۔

فی الهندیة: والتضحیة بالدیک والدجاجة فی أیام الأضحیة ممن لا أضحیة علیه لإعساره تشبیها بالمضحین مکروه لأنه من رسوم المجوس کذا فی الخلاصة ومن لا أضحیة علیه لإعساره لو ذبح دجاجة أو دیکا یکره کذا فی وجیز الکردری.(الهندیه ۵/۳۰۰،ط:رشیدیه)

غیرمقلدین کے نزدیک جائزہے۔(فتاویٰ ستاریہ۴/۱۴۰،مفاسدالامامۃ،ص:۵)

چیلنج ومطالبہ : ہم بانگِ دہل یہ کہتے ہیں کہ غیرمقلدین اس مسئلہ میں بھی قرآن وسنت اورعملِ متوارث کوچھوڑکربغاوت اورگمراہی کے راستے پرگامزن ہیں ورنہ صرف ایک حدیث پیش کریں جس میں عیدالاضحیٰ کی قربانی کی تصریح بھی ہواورمرغا،مرغی اورانڈے کاذکربھی ہویاکسی ایک تابعی یاصحابی رضی اللہ عنہ کاعمل بتائیں جنھوں نے عیدالاضحیٰ کے موقع پرانڈوں یامرغوں کی قربانی پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی کی ہو۔(دیدہ باید)

بھینس کی قربانی

مقلدین کے نزدیک چونکہ قیاسِ مجتہدحجت ہے اس لیے ان کے نزدیک قیاسِ مجتہدکی وجہ سے بھینس اورگائے کی قربانی جائزاورگوشت اوردودھ حلال ہے۔

قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ: وتجوز بالجاموس لانه نوع من البقر.(البحر الرائق ۸/۳۲۴،ط: رشیدیه)

وقال العلامة ابن المنذر رحمه الله تعالیٰ: واجمعوا علی ان حکم الجواميس حکم البقر.(الاجماع لابن المنذر ۱/۴۵،ط: دار المسلم)

مطالبہ : غیر مقلدین سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ تم قیاس کو شیطانی عمل کہتے ہو پھر بھی بھینس کی قربانی کو جائز اوراس کے گوشت اور دودھ کو حلال کہتے ہو لہٰذا اس کے جواز اور حلال ہونے کی صریح آیت یا صحیح ،صریح غیر معارض حدیث بتائیں یا قیاس کے قائل ہو جائیں یا بھینس کا گوشت اور دودھ استعمال کرنا چھوڑ دیں۔

وہ عیب دار جانور جن کی قربانی ناجائز ہے

درج ذیل عیب دار جانوروں کی قربانی جائز نہیں :

(۱) لنگڑا جانور ،جس کا لنگڑا پن اتنا ظاہر ہو کہ ذبح کی جگہ تک نہ پہنچ سکے۔

عن البراء بن عازب رفعه قال: لا يضحى بالعرجاء بين ظلعها ولا بالعوراء بين عورها ولا بالمريضة بين مرضها ولا بالعجفاء التي لا تنقى.

(ترمذی ۱/۲۷۵،ط:سعید)

(ومثله فی سنن ابی داؤد ۱/۳۸۷،ط:میر محمد)

(۲) اندھا یا ایسا کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو۔

فی الهندية : ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها والعرجاء البين عرجها وهی التی لاتقدر ان تمشی برجلها الی المنسک.

(الهنديه ۵/۲۹۷،ط:رشيديه)

(۳) ایسا بیمار جس کی بیماری بالکل ظاہر ہو۔

فی الهندية : ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها والعرجاء البين عرجها وهی التی لا تقدر أن تمشی برجلها إلى المنسک والمريضة البين مرضها.(الهنديه ۵/۲۹۷،ط:رشيديه)

(۴) ایسا دبلا ،مریل ،بوڑھا جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالىٰ :لا بالعمياء والعوراء والعجفاء المهزولة التی لا مخ فی عظامها.(الشامية ۶/۳۲۳،ط: سعيد)

(۵) جس کی پیدائشی دم نہ ہو۔

فی الهندية : ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها والعرجاء البين عرجها وهی التی لا تقدر أن تمشی برجلها إلى المنسک والمريضة البين

مرضها ومقطوعة الأذنين والألية والذنب بالكلية.

(الهنديه ۵/۲۹۷،ط:رشيديه)

(۶) جس کا پیدائشی ایک کان نہ ہو۔

فی الهندية : ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها والعرجاء البين عرجها وهی التی لا تقدر أن تمشی برجلها إلى المنسک والمريضة البين مرضها ومقطوعة الأذنين والألية والذنب بالكلية والتی لا أذن لها فی الخلقة.(الهنديه ۵/۲۹۷،ط:رشيديه)

(۷) جس کی چکتی یا دم یا کان کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ کٹا ہوا ہو۔البتہ چکتی والے دنبے کی دم کا اعتبار نہیں لہٰذا پوری دم کٹی ہوئی ہو تو بھی قربانی جائز ہے۔نیز دنبے یا دنبی کی پیدائشی طور پر چکتی نہ ہو تو اس کی بھی قربانی درست ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله :لا التی لا ألية لها خلقة) الشاة إذا لم يكن لها أذن ولا ذنب خلقة قال محمد لا يكون هذا ولو كان لا يجوز وذكر فی الأصل عن أبی حنيفة أنه يجوز خانية ثم قال وإن كان لها ألية صغيرة مثل الذنب خلقة جاز أما على قول أبی حنيفة فظاهر لأن عنده لو لم يكن لها أذن أصلا ولا ألية جاز .(الشاميه،۶/۳۲۵،ط:سعيد)

فی الهندية :ولو ذهب بعض هذه الأعضاء دون بعض من الأذن والألية والذنب والعين ذكر فی الجامع الصغير إن كان الذاهب كثيرا يمنع جواز التضحية وإن كان يسيرا لا يمنع واختلف أصحابنا بين القليل والكثير فعن أبی حنيفة رحمه الله تعالى أربع روايات وروى محمد رحمه الله تعالى عنه فی الأصل وفی الجامع أنه إذا كان ذهب الثلث أو أقل جاز وإن كان أكثر لا يجوز والصحيح أن الثلث وما دونه قليل وما زاد عليه كثير وعليه الفتوى كذا فی فتاوى قاضی خان.(الهنديه ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

دنبے کی دم کا اعتبار نہیں ،لہٰذا پوری دم کٹی ہوئی ہو تو بھی قربانی جائز ہے۔

(احسن الفتاوی ۷/۵۱۷،ط:سعید)

(۸) جس کے پیدائشی طور پر تھن نہ ہوں۔

فی الهندية : ولا تجوز الحذاء وهی المقطوعة ضرعها.
(الهندیه۵/۲۹۸،ط:رشیدیه)

(۹) دنبی، بھیڑ، بکری کا ایک تھن نہ ہو یا مرض کی وجہ سے خشک ہوگیا ہو یا کسی وجہ سے ضائع ہوگیا ہو۔

فی الهندية : وفی الشاة والمعز اذا لم تكن لهما احدی حلمتيها خلقة او ذهبت بآفة وبقيت واحدة لم تجز. (الهندية ۵/۲۹۹،ط:رشیدیه)

(۱۰) گائے، بھینس، اونٹنی کے دو تھن نہ ہوں یا خشک ہوگئے ہوں یا کسی وجہ سے ضائع ہوگئے ہوں، البتہ اگر ایک تھن نہ ہو یا خشک یا ضائع ہوگیا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وفی التاترخانية والشطور لا تجزی وهی من الشاة ما قطع اللبن عن إحدی ضرعيها ومن الإبل والبقر ما قطع ضرعيها لأن لكل واحد منهما أربع أضرع. (الشامية ۶/۳۲۵،ط: سعيد)

فی الهندية : وفی الإبل والبقر إن ذهبت واحدة تجوز وإن ذهبت اثنتان لا تجوز كذا فی الخلاصة. (الهندية ۵/۲۹۹،ط:رشیدیه)

(۱۱) آنکھ کی تہائی سے زیادہ روشنی جاتی رہی ہو۔

فی الهندية : وفی الجامع أنه إذا كان ذهب الثلث أو أقل جاز وإن كان أكثر لا يجوز والصحيح أن الثلث وما دونه قليل وما زاد عليه كثير وعليه الفتوی كذا فی فتاوی قاضی خان وإنما يعرف ذهاب قدر النصف أو الثلث من العين بأن تشد العين المعيبة بعد أن لا تعتلف الشاة يوما أو يومين ثم يقرب العلف إليها قليلا قليلا فإذا رأته من موضع أعلم ذلك الموضع ثم تشد عينها الصحيحة ويقرب العلف إلی الشاة قليلا قليلا حتی إذا رأته من مكان أعلم ذلك المكان ثم يقدر ما بين العلامة الأولی والثانية من المسافة فإن كانت المسافة بينهما الثلث فقد ذهب الثلث وبقی الثلثان وإن كان نصفا فقد ذهب النصف وبقی النصف كذا فی الكافی.
(الهندیه ۵/۲۹۸،ط:رشیدیه)

(۱۲) جس کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر گر گئے ہوں یا ایسے گھس گئے ہوں کہ چارہ بھی نہ کھا سکے۔

فی الهندية : وأما الهتماء وهی التی لا أسنان لها فإن كانت ترعی وتعتلف جازت وإلا فلا كذا فی البدائع وهو الصحيح كذا فی محيط السرخسی. (الهندیه ۵/۲۹۸،ط:رشیدیه)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

دانتوں سے مقصد کھانے پر قدرت ہے، اس لیے اگر دانت بالکل گھس گئے ہوں تو قربانی جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی ۷/۵۱۳، ط: سعید)

(۱۳) جس کا ایک یا دونوں سینگ جڑ سے اکھڑ جائیں۔

فی الهندية : ويجوز بالجماء التی لا قرن لها وكذا مكسورة القرن كذا فی الكافی وإن بلغ الكسر المشاش لا يجزيه والمشاش رؤوس العظام مثل الركبتين والمرفقين كذا فی البدائع. (الهندیه ۵/۲۹۷،ط:رشیدیه)

(۱۴) جسے مرضِ جنون اس حد تک ہو کہ چارہ بھی نہ کھا سکے۔

فی الهندية : وتجوز الثولاء وهی المجنونة إلا إذا كان ذلك يمنع الرعی والاعتلاف فلا تجوز. (الهندیه ۵/۲۹۸،ط:رشیدیه)

(۱۵) خارشی جانور جو بہت دبلا اور کمزور ہو۔

فی الهندية : وتجوز الجرباء إذا كانت سمينة فإن كانت مهزولة لا تجوز. (الهندیه ۵/۲۹۸،ط:رشیدیه)

(۱۶) جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو۔

فی الهندية : ولا تجزئ الجدعاء وهی مقطوعة الأنف كذا فی الظهيرية.
(الهندیه ۵/۲۹۸،ط:رشیدیه)

(۱۷) جس کے تھن کاٹ دیے گئے ہوں یا ایسے خشک ہوگئے ہوں کہ ان میں دودھ نہ اترے۔

فی الهندية : ولا تجوز الحذاء وهی المقطوعة ضرعها ولا المصرمة وهی التی لا تستطيع أن ترضع فصيلها ولا الجداء وهی التی يبس ضرعها كذا فی محيط السرخسی. (الهندیه۵/۲۹۸،ط:رشیدیه)

(۱۸) جس کے تھن کا تہائی یا اس سے زیادہ حصہ کاٹ دیا گیا ہو۔

(۱۹) بھیڑ، بکری کے ایک تھن کی گھنڈی جاتی رہی ہو۔

(۲۰) جس اونٹنی یا گائے، بھینس کی دو گھنڈیاں جاتی رہی ہوں۔

فی الهندية : ولا تجوز الحذاء وهی المقطوعة ضرعها.
(الهنديه۲۹۸/۵،ط:رشيديه)

فی الهندية : ومقطوعة رؤوس ضروعها لا تجوز فإن ذهب من واحد أقل من النصف فعلی ما ذكرنا من الخلاف فی العين والأذن.(الهنديه ۲۹۸/۵،ط:رشيديه)

(۲۱) جس گائے یا بھینس کی پوری زبان یا تہائی یا اس سے زیادہ کاٹ دی گئی ہو۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ : تتمة: تجوز التضحية بالمجبوب العاجز عن الجماع والتی بها سعال والعاجزة عن الولادة لكبر سنها والتی لها كی والتی لا لسان لها فی الغنم خلاصة أی لا البقر لأنه يأخذ العلف باللسان والشاة بالسن كما فی القهستانی عن المنية وقيل إن انقطع من اللسان أكثر من الثلث لا يجوز.أقول :وهو الذی يظهر قياسا علی الأذن والذنب بل أولی لأنه يقصد بالأكل وقد يخل قطعه بالعلف، تأمل.
(الشامية ۳۲۵/۶،ط: سعيد)

فی الهندية : وسئل أيضا عمن قطع بعض لسان الأضحية وهو أكثر من الثلث هل تجوز الأضحية علی قول أبی حنيفة رحمه الله تعالی فقال لا كذا فی التتارخانية.(الهندية ۲۹۸/۵،ط:رشيديه)

(۲۲) جلالہ یعنی جس کی غذا نجاست و گندگی ہو، اس کے علاوہ کچھ نہ کھائے۔

فی الهندية : ولا تجوز الجلالة وهی التی تأكل العذرة ولا تأكل غيرها.
(الهنديه ۲۹۸/۵،ط:رشيديه)

(۲۳) جس کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو۔

فی الهندية : وفی الخزانة لا يجوز مقطوع إحدی القوائم الأربع كذا فی التتارخانية.(الهنديه ۲۹۹/۵،ط:رشيديه)

(۲۴) خنثیٰ جانور جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں جمع ہوں۔

فی الهندية : لا تجوز التضحية بالشاة الخنثی لأن لحمها لا ينضج.
(الهنديه ۲۹۹/۵،ط:رشيديه)

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : ولا بالخنثی لأن لحمها لا ينضج . شرح وهبانية. وتمامه فيه.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ : (قوله لأن لحمها لا ينضج)

من باب سمع . وبهذا التعليل اندفع ما أورده ابن وهبان من أنها لا تخلو إما أن تكون ذكرا أو أنثی وعلی كل تجوز.(الشامية ۳۲۵/۶،ط:سعيد)

مسئلہ : کسی جانور کے اعضاء زائد ہوں مثلاً چار کے بجائے پانچ ٹانگیں یا چار کے بجائے آٹھ تھن تو چونکہ یہ عیب ہے لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

فی الهندية : ومن المشايخ من يذكر لهذا الفصل أصلا ويقول كل عيب يزيل المنفعة علی الكمال أو الجمال علی الكمال يمنع الأضحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع.(الهنديه ۲۹۹/۵،ط:رشيديه)

وقال العلامة ابن مازة البخاری رحمه الله تعالیٰ: قال القدوری فی كتابه: كل ما يوجب نقصاناً فی الثمن فی عادات التجار فهو عيب لأن المالية مقصودة فی البيع وما ينقص الثمن ينقص المالية فكان عيباً وذكر شيخ الإسلام خواهرزاده أن ما يوجب نقصاناً فی العين من حيث المشاهدة والعيان فهو عيب وذلک كالسلل فی أطراف الجواری والهشم فی الأوانی وما لا يوجب نقصاناً فی العين من حيث المشاهدة والعيان ولكن يوجب نقصاناً فی منافع العين فهو عيب لأن الأعينان يقصد بها المنافع ومالا يوجب نقصاناً فی العين ولا منافع العين إلا أن يعتبر فيه عرف الناس أن عدوه عيباً كان عيباً ومالا فلا إذا ثبت هذا العمی والعور والحول والإصبع الزائدة والناقصة عيب لما قلنا.(المحيط البرهانی ۱۷/۸،ط:رشيديه)

مسئلہ : جس جانور کا پیدائشی طور پر ایک خصیہ نہ ہو اس کی قربانی درست ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ۳۵۳/۱۷)

تنبیہ : اگر غیر مقلدین فقہ کی دشمنی اس وجہ سے کرتے ہیں کہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے تو مندرجہ بالا وہ عیوب جن کا ذکر قرآن و حدیث میں صراحتاً و تفصیلاً نہیں ہے، صرف فقہ میں ہے، ان میں سے ہر عیب کے خلاف قرآنِ مجید کی صریح آیت یا کوئی صحیح، صریح غیر معارض حدیث پیش کریں۔ (دیدہ باید)

مسئلہ : ذبح کے وقت گراتے ہوئے جانور کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا آنکھ پھوٹ گئی یا کوئی اور عیب پیدا ہو گیا تو قربانی درست ہے۔

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : ولو قدم أضحية ليذبحها فاضطربت فی المكان الذی يذبحها فيه فانكسرت رجلها ثم ذبحها على مكانها أجزأه وكذلک إذا انقلبت منه الشفرة فأصابت عينها فذهبت والقياس أن لا يجوز. وجه القياس أن هذا عيب دخلها قبل تعيين القربة فيها فصار كما لو كان قبل حال الذبح. وجه الاستحسان أن هذا مما لا يمكن الاحتراز عنه لأن الشاة تضطرب فتلحقها العيوب من اضطرابها.

(بدائع الصنائع ۵/۷۶، ط: رشیدیه قدیم)

مسئلہ : خریدنے کے بعد اگر جانور میں ایسا عیب پیدا ہوگیا ہو جس سے قربانی درست نہیں تو مالدار پر اس کے بدلے اتنی مالیت کے دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے، مسکین وہی عیب دار جانور ذبح کر کے قربانی کرے۔

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : ولو اشترى رجل أضحية وهی سمينة فعجفت عنده حتى صارت بحيث لو اشتراها على هذه الحالة لم تجزه إن كان موسرا وإن كان معسرا أجزأته؛ لأن الموسر تجب عليه الأضحية فی ذمته وإنما أقام ما اشترى لها مقام ما فی الذمة فإذا نقصت لا تصلح أن تقام مقام ما فی الذمة فبقی ما فی ذمته بحاله. وأما الفقير فلا أضحية فی ذمته فإذا اشتراها للأضحية فقد تعينت الشاة المشتراة للقربة فكان نقصانها كهلاكها حتى لو كان الفقير أوجب على نفسه أضحية لا تجوز هذه لأنها وجبت عليه بإيجابه فصار كالغنی الذی وجبت عليه بإيجاب الله عز شأنه. ولو اشترى أضحية وهی صحيحة ثم أعورت عنده وهو موسر أو قطعت أذنها كلها أو أليتها أو ذنبها أو انكسرت رجلها فلم تستطع أن تمشی لا تجزی عنه وعليه مكانها أخرى لما بينا بخلاف الفقير.

(بدائع الصنائع ۵/۷۶، ط: رشیدیه قدیم)

وہ عیب دار جانور جن کی قربانی جائز ہے لیکن ناپسندیدہ اور مکروہ ہے

(۱) جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں۔

(۲) جس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں مگر ٹوٹنے کا اثر جڑ تک نہیں پہنچا۔

فی الهندية : ويجوز بالجماء التی لا قرن لها ويجوز بالجماء التی لا قرن لها وكذا مكسورة القرن كذا فی الكافی وإن بلغ الكسر المشاش لا يجزيه. (الهندية ۵/۲۹۷، ط: رشيديه)

(۳) وہ جانور جو جفتی پر قادر نہ ہو۔

(۴) جس کو کھانسنے کی بیماری لاحق ہو۔

(۵) جو بڑھاپے کے سبب بچے جننے سے عاجز ہو۔

(۶) جسے داغا گیا ہو۔

(۷) جس کے تھنوں میں بغیر کسی عیب اور بیماری کے دودھ نہ اترتا ہو۔

(۸) بچے والی ہو۔

فی الهندية : ويجوز المجبوب العاجز عن الجماع والتی بها السعال والعاجزة عن الولادة لكبر سنها والتی بها كی والتی لا ينزل لها لبن من غير علة والتی لها ولد. (الهندية ۵/۲۹۷، ط: رشيديه)

(۹) وہ بھیڑ، بکری جس کی دم پیدائشی طور پر بہت چھوٹی ہو۔

فی الهندية : وفی الأجناس وإن كانت الشاة لها ألية صغيرة خلقت بشبه الذنب تجوز. (الهندية ۵/۲۹۷، ط: رشيديه)

(۱۰) ایسا کانا جس کا کاناپن پوری طرح واضح نہ ہو۔

(۱۱) ایسا لنگڑا جو چلنے پر قادر ہو یعنی چوتھا پاؤں چلنے میں زمین پر رکھ کر چلنے میں اس سے مدد لیتا ہو۔

(۱۲) جس کی بیماری زیادہ ظاہر نہ ہو۔

(۱۳) جس کا کان یا چکتی یا دم یا آنکھ کی روشنی کا تہائی یا تہائی سے کم حصہ جاتا رہا ہو۔

فی الهندية : ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها والعرجاء البين عرجها وهی التی لا تقدر أن تمشی برجلها إلى المنسک والمريضة البين

مرضها ومقطوعة الأذنين والألية والذنب بالكلية والتی لا أذن لها فی الخلقة وتجزئ السكاء وهی صغيرة الأذن فلا تجوز مقطوعة إحدى الأذنين بكمالها والتی لها اذن واحدة خلقة ولو ذهب بعض هذه الأعضاء دون بعض من الأذن والألية والذنب والعين ذكر فی الجامع الصغير إن كان الذاهب كثيرا يمنع جواز التضحية وإن كان يسيرا لا يمنع واختلف أصحابنا بين القليل والكثير فعن أبی حنيفة رحمه الله تعالی أربع روايات وروى محمد رحمه الله تعالی عنه فی الأصل وفی الجامع أنه إذا كان ذهب الثلث أو أقل جاز وإن كان أكثر لا يجوز والصحيح أن الثلث وما دونه قليل وما زاد عليه كثير وعليه الفتوى كذا فی فتاوى قاضی خان.

(الهندية ۵/۲۹۷،۲۹۸،ط:رشيديه)

(۱۴) جس کے کچھ دانت نہ ہوں مگر وہ چارہ کھا سکتا ہو۔

فی الهندية : وأما الهتماء وهی التی لا أسنان لها فإن كانت ترعى وتعتلف جازت وإلا فلا كذا فی البدائع وهو الصحيح كذا فی محيط السرخسی.(الهندية ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۱۵) مجنون جس کا جنون اس حد تک نہ پہنچا ہو کہ چارہ نہ کھا سکے۔

فی الهندية :وتجوز الثولاء وهی المجنونة إلا إذا كان ذلک يمنع الرعی والاعتلاف فلا تجوز.(الهندية ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۱۶) ایسا خارشی جانور جو فربہ اور موٹا تازہ ہو۔

فی الهندية :وتجوز الجرباء إذا كانت سمينة فإن كانت مهزولة لا تجوز.(الهندية ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۱۷) جس کا کان چیر دیا گیا ہو یا تہائی سے کم کاٹ دیا گیا ہو۔

فی الهندية : وتجزئ الشرقاء وهی مشقوقة الأذن طولا.

(الهندية ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

نوٹ : اگر دونوں کانوں کا کچھ حصہ کاٹ لیا گیا ہو تو دونوں کو جمع کر کے دیکھا جائے اگر مجموعہ تہائی کان سے بڑھ جائے تو قربانی جائز نہیں، ورنہ جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ : وفی البزازية وهل تجمع

الخروق فی أذنی الأضحية اختلفوا فيه قلت وقدم الشارح فی باب المسح على الخفين أن ينبغی الجمع احتياطا.(الشامية ۶/۳۲۴،ط:سعيد)

(۱۸) بھینگا جانور۔

(۱۹) وہ بھیڑ، دنبہ جس کی اون کاٹ دی گئی ہو۔

فی الهندية :والحولاء تجزئ وهی التی فی عينها حول وكذا المجزوزة وهی التی جز صوفها كذا فی فتاوى قاضی خان.

(الهندية ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۲۰) وہ بھیڑ، بکری جس کی زبان کٹ گئی ہو بشرطیکہ چارہ بآسانی کھا سکے۔

فی الهندية :وفی اليتيمة كتبت إلی أبی الحسن علی المرغينانی ولو كانت الشاة مقطوعة اللسان هل تجوز التضحية بها فقال نعم إن كان لا يخل بالاعتلاف وإن كان يخل به لا تجوز التضحية بها كذا فی التتارخانية وقطع اللسان فی الثور يمنع وفی الشاة اختلاف كذا فی القنية والتی لا لسان لها فی الغنم تجوز وفی البقر لا كذا فی الخلاصة.(الهندية ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۲۱) جلالہ اونٹ جسے چالیس دن باندھ کر چارہ کھلایا جائے۔

فی الهندية : ولا تجوز الجلالة وهی التی تأكل العذرة ولا تأكل غيرها فإن كانت الجلالة إبلا تمسک أربعين يوما حتى يطيب لحمها والبقر يمسک عشرين يوما والغنم عشرة أيام والدجاجة ثلاثة أيام والعصفور يوما كذا فی فتاوى قاضی خان.(الهندية ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۲۲) وہ دبلا اور کمزور جانور جو بہت کمزور اور لاغر نہ ہو۔

فی الهندية : فإن كانت مهزولة فيها بعض الشحم جاز يروى ذلک عن محمد رحمه الله تعالی ولو كانت مهزولة عند الشراء فسمنت بعد الشراء جاز كذا فی فتاوى قاضی خان.(الهندية ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

تنبيه: مندرجہ بالا تمام صورتوں میں قربانی جائز تو ہے البتہ پسندیدہ نہیں، اس لیے کہ قربانی کی صورت میں جانور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے اس لیے اس کا ہر قسم کے عیب سے پاک ہونا بہتر ہے۔

فی الهندية : ومن المشايخ من يذكر لهذا الفصل أصلا ويقول كل عيب

يـزيـل الـمـنـفـعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع .(الفتاوىٰ الهندية ۵/ ۲۹۹،ط:رشيدية)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : قال القسهتاني واعلم ان الكل لا يخلو عن عيب والمستحب ان يكون سليما عن العيوب الظاهرة فما جوزههنا جوز مع الكراهة كما في المضمرات.(الشاميه ۶/۳۲۳،ط:سعيد)

مسئلہ : گابھن گائے وغیرہ کی قربانی بلاکراہت جائز ہے۔البتہ جان بوجھ کرولادت کے قریب جانورکوذبح کرنامکروہ ہے،ایسی صورت میں اسے بیچ کردوسراجانورخریداجائے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ :ولدت الأضحية ولدا قبل الذبح يذبح الولد معها.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله قبل الذبح) فإن خرج من بطنها حيا فالعامة أنه يفعل به ما يفعل بالأم.(الشامية ۶/۳۲۲،ط:سعيد)

في الهندية : شاة أو بقرة أشرفت على الولادة قالوا يكره ذبحها لأن فيه تضييع الولد وهذا قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى لأن عنده الجنين لا يتذكى بذكاة الأم كذا في فتاوى قاضي خان.(الهندية ۵/۲۸۷،ط: رشيديه)

مسئلہ : اگرکسی بکری کے دوتھنوں میں سے ایک بڑااوردوسراچھوٹاہولیکن دودھ دونوں میں سے اترتاہوتوایسی بکری کی قربانی جائز ہے۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وذكر الجداء بالجيم والدال المهملة الصغيرة الثدى ......وفي الظهيرية: ولا بأس بالجداء وهي الصغيرة الأطباء جمع طبي: وهو الضرع.(الشامية ۶/۳۲۴،ط:سعيد)

مسئلہ : خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔

(تفصیل رسالہ کے آخرمیں ملاحظہ فرمائیں)

ایامِ قربانی

قربانی کے دن: ہمارے احناف کے نزدیک قربانی کے تین دن ہیں(۱۰،۱۱،۱۲)۔
غیرمقلدین کے ہاں چاردن ہیں یعنی ۱۰/ ذی الحجہ سے ۱۳/ ذی الحجہ تک۔

احناف کے دلائل

﴿حدیث نمبر۱﴾ حدثني أبو عبيد مولى ابن أزهرقال : صليت مع علي بن أبي طالب ؓ العيد و عثمان بن عفان ؓ محصور فصلى ثم خطب فقال : لا تأكلوا من لحوم أضاحيكم بعد ثلثة أيام فان رسول الله ﷺ أمر بذلك ......(الطحاوی ۲/۲۸۰ و اللفظ له،ط:حقانیه، مسلم ۲/۱۵۷،ط:قدیمی)

﴿حدیث نمبر۲﴾ عن نافع عن ابن عمر ؓ عن رسول الله ﷺ أنه كان يقول : لا يأكل أحدكم من لحم أضحيته فوق ثلثة أيام.
(الطحاوی ۲/۲۸۰و اللفظ له،ط: حقانیه، مسلم ۲/۱۵۸،ط:قدیمی)

دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تین دن کے بعدقربانی کا گوشت گھر میں رکھنے سے منع فرمایاہے۔

اس مضمون کی حدیث تقریباً ۱۶/صحابہ کرام ؓ سے مروی ہے۔اس حدیث سے بالکل ظاہر ہے کہ جب چوتھے دن گوشت کی ایک بوٹی رکھنے کی بھی اجازت نہیں تو پورا بکرا قربانی کرنا کیسے جائز ہوگا؟ معلوم ہوا کہ قربانی کے تین ہی دن ہیں،اگر چار ہوتے تو چار دنوں تک گوشت رکھنے کی اجازت ہوتی۔

قال العلامة زكريا الكاندهلوى رحمه الله تعالىٰ : ودليلنا من جهة السنة الحديث المتقدم "انه ﷺ نهى عن اكل لحوم الاضاحى بعد ثلاث". ومعلوم انه اباح الاكل منها في ايام الذبح، فلو كان اليوم الرابع منها لكان قد حرم على من ذبح في ذلك اليوم ان ياكل منها.
(اوجز المسالك ۱۰/۲۷۲،ط:دار القلم، دمشق)

وقال العلامة ظفر احمد العثماني رحمه الله تعالىٰ : ولنا انه ﷺ كان قد نهى عن ادخار لحوم الاضاحى فوق ثلاث، متفق عليه، وهو حديث مشهور اخرجه الشيخان والجماعة بطرق عديدة عن جماعة من الصحابة، وورد

التصريح بان المراد بالثلاث يوم النحر ويومان بعده، ففي حديث جابر : "كنا لانأكل من لحوم بدننا فوق ثلاث منى" كما فى "فتح البارى" (۱۰: ۲۲)، وثلاث منى اولها يوم النحر، وهو يدل على كون التضحية ، مؤقتة بثلاثة ايام؛ ولو جازت الى آخر ايام التشريق او الى آخر الشهر لم يكن للنهى عن الادخار فوق ثلاث معنى، فكيف يجوز الذبح فى وقت لايجوز ادخار الاضحية اليه؟. (اعلاء السنن ۱۷/۲۳۵،ط:ادارة القرآن)

تنبیہ: اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ابتداءِ اسلام میں اکثر مسلمان مسکین تھے تو مالداروں کو حکم دیا کہ ان مساکین اور فقراء کو کھلاؤ اور تین دن کے بعد گھر میں رکھ کر ذخیرہ مت بناؤ۔ پھر جب اللہ تعالی نے وسعت عطا فرمائی تو پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ لہٰذا اب پورا سال بھی رکھنا جائز ہے۔

عن سلمة بن الأكوع قال: قال النبى ﷺ: من ضحى منكم فلا يصبحن بعد ثالثة وبقى فى بيته منه شىء فلما كان العام المقبل قالوا: يا رسول الله نفعل كما فعلنا عام الماضى قال: كلوا وأطعموا وادخروا فإن ذلك العام كان بالناس جهد فأردت أن تعينوا فيها. (بخارى ۲/۸۳۵،ط:قديمى)

﴿حدیث نمبر۳﴾ مالك عن نافع أن عبدالله بن عمر ؓ قال : الأضحى يومان بعد يوم الأضحى. (الموطأ ۲/۴۸۷،ط:دار احياء التراث)

امام مالک اور نافع رحمۃ اللہ علیہما کی سلسلۃ الذہب یعنی سنہری سند سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے تھے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالی نے حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ، اور حضرت انس ؓ سے بھی قربانی کے تین دن ہی روایت کیے ہیں۔

قال الامام ابن حزم رحمه الله تعالىٰ :وقول ثالث: أن التضحية يوم النحر ويومان بعده. روينا من طريق ابن أبى ليلى عن المنهال بن عمرو عن زر عن على قال: النحر ثلاثة أيام أفضلها أولها. ومن طريق ابن أبى شيبة نا جرير عن منصور عن مجاهد عن مالك بن ماعز أو ماعز بن مالك الثقفى: أن أباه سمع عمر يقول: إنما النحر فى هذه الثلاثة الأيام. ومن طريق ابن أبى شيبة نا هشيم عن أبى حمزة عن حرب بن ناجية عن ابن عباس قال: أيام النحر ثلاثة أيام. ومن طريق وكيع عن ابن أبى ليلى عن المنهال عن سعيد بن جبير عن

ابن عباس النحر ثلاثة أيام. ومن طريق ابن أبى شيبة عن إسماعيل بن عياش عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال: الأضحى يوم النحر ويومان بعده. ومن طريق وكيع عن عبد الله بن نافع عن أبيه عن ابن عمر قال: ما ذبحت يوم النحر والثانى والثالث فهى الضحايا. ومن طريق ابن أبى شيبة نا زيد بن الحباب عن معاوية بن صالح حدثنى أبو مريم سمعت أبا هريرة يقول: الأضحى ثلاثة أيام. ومن طريق وكيع عن شعبة عن قتادة عن أنس قال: الأضحى يوم النحر ويومان بعده.

(المحلى بالآثار ۶/۴۰،ط:دار الكتب العلمية،بيروت)

تنبیہ: قارئین کرام! یہ بات یاد رکھیے کہ حضرات صحابہ کرام ؓ کے وہ اقوال جن کا مدار عقل پر نہیں ہوتا وہ حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں۔

قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالى فى شرحه على شرح نخبة الفكر :(ومثال المرفوع من القول حكما لا تصريحا): تصريح بما علم ضمنا فى قوله: حكما فهو تأكيد لا تقييد(ما يقول الصحابى)قيل ما مصدرية والأظهر أن ما موصولة أو موصوفة أى الحديث الذى يقوله الصحابى أو حديث يقول فيه الصحابى(الذى لم يأخذ عن الإسرائيليات)أى من كتب بنى إسرائيل او من أفواههم .... ثم قيد بقيد آخر وهو:(ما لا مجال للاجتهاد فيه). (شرح شرح نخبة الفكر ۱/۵۴۸،ط: دار ارقم بيروت)

قال العلامة النووى رحمه الله تعالى: وأما قول من قال: تفسير الصحابى مرفوع فذاك فى تفسير يتعلق بسبب نزول آية أو نحوه.

وقال العلامة السيوطى رحمه الله تعالىٰ : (أو نحوه)مما لا يمكن أن يؤخذ إلا عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا مدخل للرأى فيه.

(تدريب الراوى ۱/۹۸،ط:قديمى)

غیر مقلدین کی دلیل: حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے مروی ہے: ان رسول الله ﷺ قال : كل التشريق ذبح. (الدارقطنی)

۱۶۷۵۲ :..........عن جبير بن مطعم عن النبى ﷺ فذكر مثله وقال: كل أيام التشريق ذبح. (مسند احمد ۲۷/۳۱۷،ط:مؤسسة الرسالة بيروت)

(ومثله فى صحيح ابن حبان، رقم الحديث: ۳۸۵۴، ۹/۱۶۶،

ط:،مؤسسة الرسالة بيروت)

(ومثله فى سنن الدار قطنى ، رقم الحديث: ۴۷۵۸، ۵/ ۵۱۲،
ط:،مؤسسة الرسالة بيروت)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام ایام تشریق ذبح (قربانی) کے دن ہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔

(۱) یہ حدیث منکر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا تھا:

أيام التشريق أيام أكل و شرب (مسلم ۱/ ۳۶۰،ط: قديمی)

ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں (یعنی ان میں روزہ نہ رکھیں) یہ مضمون تقریباً ۱۴ صحابہ کرام ؓ نے روایت فرمایا ہے اس روایت کے خلاف حضرت جبیر بن مطعم ؓ کی روایت میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ بن الاشدق ہے (قال البخاری : عنده مناكير، و قال النسائی: أحد فقهاء و ليس بالقوی فی الحديث .... (تهذيب التهذيب ۲/ ۴۲۴،ط:دار المعرفة،بيروت) اس نے کھانے پینے کے بجائے لفظ ذبح بیان کر دیا۔ لہٰذا لفظ ذبح اس روایت میں منکر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے سابق مناظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی اس کو ضعیف کہتے ہیں (فتاوی علمائے حدیث ۱۳/ ۱۷۸، بحوالہ رسائل ۳/ ۳۸۶) نیز غیر مقلدین کے سابق امیر جماعت اہلِ حدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی فرماتے ہیں کہ اس کے ہر طریق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے۔

(فتاوی علمائے حدیث ۱۳/ ۱۶۹، بحوالہ رسائل ۳/ ۳۸۶)

(۲) اگر بالفرض اس روایت کو محفوظ اور صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ درج ذیل اجماعی، اتفاقی اور یقینی صورتوں کو اختیار کیا جائے اور دوسروں کو بھی یہی اختیار کرنے کی دعوت دی جائے۔

اجماعی، اتفاقی اور یقینی امور

(۱) آپ ﷺ ہمیشہ ۱۰/ ذی الحجہ کو قربانی کرتے تھے۔

قال العلامة المرغينانى رحمه الله تعالىٰ : قال: وهى جائزة فى ثلاثة أيام: يوم النحر ويومان بعده وقال الشافعى: ثلاثة أيام بعده لقوله عليه الصلاة والسلام: أيام التشريق كلها أيام ذبح ولنا ما روى عن عمر وعلى وابن عباس رضى الله عنهم أنهم قالوا: أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها وقد قالوه سماعا لأن الرأى لا يهتدى إلى المقادير .(الهداية ۴/ ۷۳،ط:رحمانيه)

وقال العلامة العينى رحمه الله تعالىٰ :وقد قالوه سماعا؛ لأن الرأى لا يهتدى إلى المقادير . ش: لأن تخصيص العبادات بوقت لا يعرف إلا سماعا وتوقيتا . فالمروى عنهم كالمروى عن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ .

(البناية ۱۲/ ۲۸،ط:دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) دس ۱۰/ ذی الحجہ کو قربانی کا ثواب دوسرے ایام کی بنسبت زیادہ ہے۔

عن علی ؓ قال : النحر ثلاثة أيام أولها أفضلها.

(المحلى بالآثار ۶/ ۴۰،ط:دار الكتب العلمية،بيروت)

یعنی قربانی کے تین دن ہیں، جن میں سب سے افضل پہلا دن ہے۔

(۳) ۱۰، ۱۱، ۱۲ ان تین تاریخوں میں جس نے قربانی کی، تو یقیناً سب کے ہاں اس کی قربانی ہوگی۔

سوالات ومطالبات

(۱) کیا کسی صحابی ؓ نے کبھی چوتھے روز قربانی کی ہے؟ صحیح سند سے بتائیے، یا کرنے کا حکم دیا ہو تو بھی سندِ صحیح سے بتا دیجیے۔

(۲) جن صحابہ کرام ؓ نے قربانی کے صرف تین دن ہی بتائے ہیں ان کا قول سنت کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور انہیں تارکِ سنت اور مخالفِ سنت کہا جائے گا یا نہیں؟

(۳) اگر شرکاء میں کوئی مرزائی یا شیعہ ہو تو سب کی قربانی ہوگی یا نہیں؟

(۴) قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہیے یا اندازہ سے بھی جائز ہے؟

(۵) قربانی کی گائے میں عقیقہ یا نذر کا حصہ شامل کرنا حدیث میں منع ہے یا جائز ہے؟

(۶) قربانی کے بجائے اس کی قیمت اپنے احباب میں تقسیم کردے تو قربانی کا ثواب مل جائے گا یا نہیں؟

(۷) قربانی فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل؟ صریح حکم قرآن وحدیث سے تحریر کریں۔

تنبیہ: مندرجہ بالا سوالات کے جوابات صرف قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح، صریح، غیر معارض حدیث سے دینا ضروری ہے۔ کسی امتی کا قول نقل کر کے مشرک بننے کی اجازت نہیں، اسی طرح قیاسات لکھ کر شیطان بننے اور بے سند باتیں لکھ کر بے دین بننے اور جواب سے سکوت کر کے گونگا شیطان بننے کی بھی اجازت نہیں۔

قربانی کے متفرق مسائل

مسئلہ : قربانی کا وقت ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، البتہ شہر والوں کی قربانی کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ عید کی نماز کے بعد کریں۔ اگر کسی نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کر لی تو یہ قربانی نہیں ہوئی، عید کی نماز کے بعد دوبارہ کرنا واجب ہے۔

ہاں اگر نماز کے بعد لوگوں نے قربانی کر لی پھر معلوم ہوا کہ کسی سبب سے نماز ادا نہ ہوئی مثلاً امام کا وضو نہ تھا تو قربانی جائز ہوگی، قربانی دوبارہ کرنا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر کسی وجہ سے عید کی نماز پہلے دن نہ پڑھی جا سکے تو زوالِ آفتاب کے بعد قربانی درست ہے اور دوسرے دن نمازِ عید سے قبل بھی درست ہے۔

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : وأما الذی یرجع إلی وقت التضحیة فهو أنها لا تجوز قبل دخول الوقت؛ لأن الوقت کما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب کوقت الصلاة فلا یجوز لأحد أن یضحی قبل طلوع الفجر الثانی من الیوم الأول من أیام النحر ویجوز بعد طلوعه سواء کان من أهل المصر أو من أهل القری غیر أن للجواز فی حق أهل المصر شرطا زائدا وهو أن یکون بعد صلاة العید لا یجوز تقدیمها علیه عندنا............ والصحیح قولنا؛ لما روینا عن رسول الله ﷺ أنه قال من ذبح قبل الصلاة فلیعد أضحیته وروی عنه علیه الصلاة والسلام أنه قال: أول

نسکنا فی یومنا هذا الصلاة ثم الذبح وروی عنه علیه الصلاة والسلام أنه قال فی حدیث البراء بن عازب رضی الله عنه : من کان منکم ذبح قبل الصلاة فإنما هی غدوة أطعمه الله تعالی إنما الذبح بعد الصلاة فقد رتب النبی علیه الصلاة والسلام الذبح علی الصلاة ولیس لأهل القری صلاة العید فلا یثبت الترتیب فی حقهم. وإن أخر الإمام صلاة العید فلیس للرجل أن یذبح أضحیته حتی یتنصف النهار فإن اشتغل الإمام فلم یصل العید أو ترک ذلک متعمدا حتی زالت الشمس فقد حل الذبح بغیر صلاة فی الأیام کلها؛ لأنه لما زالت الشمس فقد فات وقت الصلاة.

وقال العلامة التمرتاشی رحمه الله تعالیٰ :تبین أن الإمام صلی بغیر طهارة تعاد الصلاة دون الأضحیة.

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ :(قوله: تعاد الصلاة دون التضحیة إلخ) قال فی البدائع فإن علم ذلک قبل تفرق الناس یعید بهم الصلاة باتفاق الروایات. وهل یجوز ما ضحی قبل الإعادة ذکر فی بعض الروایات أنه یجوز لأنه ذبح بعد صلاة یجیزها بعض الفقهاء وهو الشافعی لأن فساد صلاة الإمام لا یوجب فساد صلاة المقتدی عنده فکانت تلک الصلاة معتبرة عنده فعلی هذا یعید الإمام وحده ولا یعید القوم وذلک استحسان اهـ ونحوه فی البزازیة.(الشامیة ۶/ ۳۲۹،ط:سعید)

مسئلہ : دیہات میں صبح صادق کے بعد قربانی کی جا سکتی ہے مگر مستحب یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد کرے۔

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : وافضل وقت التضحیة لاهل السواد ما بعد طلوع الشمس لان عنده یتکامل آثار اول النهار.

(بدائع ۵/ ۸۰،ط:رشیدیه قدیم)

مسئلہ : اگر شہری نے اپنی قربانی دیہات میں بھیج دی تو نمازِ عید سے قبل صبح صادق کے بعد اسے ذبح کرنا درست ہے اور اگر دیہاتی نے شہر بھیج دی تو نمازِ عید کے بعد ذبح کرنا ضروری ہے۔

قال العلامة المرغینانی رحمه الله تعالیٰ : ثم المعتبر فی ذلک مکان

الأضحية حتى لو كانت فى السواد والمضحى فى المصر يجوز كما انشق الفجر ولو كان على العكس لا يجوز إلا بعد الصلاة.(هدايه ۴/۴۴۶،ط:رحمانيه)

مسئلہ : مالدار نے ایامِ قربانی میں قربانی نہیں کی تو اگر اس نے قربانی کا جانور پہلے سے خریدا تھا، تو اس زندہ جانور کا صدقہ کرنا واجب ہے اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ذبح کر لیا تو اس کا سارا گوشت پوست صدقہ کر دے اگر کچھ اپنے استعمال میں لایا ہے تو اس کی قیمت صدقہ کر دے۔ نیز زندہ جانور کی قیمت اگر اس گوشت پوست سے زیادہ ہے تو وہ زیادتی بھی صدقہ کر دے، اگر جانور خریدا نہیں تو ایک درمیانی بکری کی قیمت ایک مسکین کو دے دے۔ گائے کے ساتویں حصے کی قیمت دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا۔

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ :(ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بها حية ناذر) فاعل تصدق (لمعينة) ولو فقيرا ولو ذبحها تصدق بلحمها ولو نقصها تصدق بقيمة النقصان أيضا.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله ولو تركت التضحية إلخ) شروع فى بيان قضاء الأضحية إذا فاتت عن وقتها فإنها مضمونة بالقضاء فى الجملة كما فى البدائع (قوله ومضت أيامها إلخ) قيد به لما فى النهاية إذا وجبت بإيجابه صريحا أو بالشراء لها فإن تصدق بعينها فى أيامها فعليه مثلها مكانها أن الواجب عليه الإراقة وإنما ينتقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضى أيامها وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها لأن الإراقة إنما عرفت قربة فى زمان مخصوص ولا تجزيه الصدقة الأولى عما يلزمه بعد لأنها قبل سبب الوجوب اهـ. (قوله تصدق بها حية) لوقوع اليأس عن التقرب بالإراقة وإن تصدق بقيمتها أجزأه أيضا لأن الواجب هنا التصدق بعينها وهذا مثله فيما هو المقصود اهـ . ذخيرة.(الشاميه ۶/۳۲۰،ط:سعيد)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

متوسط درجے کی بکری کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہے، گائے کے ساتویں حصے کی قیمت صدقہ کرنا کافی نہیں۔ (امداد الاحکام ۴/۲۷۴، ط: مکتبہ دار العلوم)

مسئلہ : مسکین نے قربانی خرید لی لیکن ایامِ قربانی میں ذبح کرنے کی نوبت کسی وجہ سے نہیں آئی تو اس پر واجب ہے کہ زندہ جانور کو صدقہ کر دے۔

قال الامام ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ :(قوله ولو لم يضح حتى مضت ايام النحر ان كان اوجب على نفسه او كان فقيرا وقد اشترى الاضحية تصدق بها حية) قال فى معراج الدراية: قيد الايجاب على نفسه غير مفيد لانه لو كان واجبا بدون الايجاب على نفسه فالحكم كذلک، انتهى.اقول: ليس ذاک بسديد لان الحكم هنا هو التصدق بها حية وليس الحكم كذلک فيما لو كان واجبا بدون الايجاب على نفسه فان الحكم هناک هو التصدق بقيمتها لا التصدق بعينها حية كما افصح عنه المصنف بقوله :وان كان غنيا تصدق بقيمتها شاة اشترى او لم يشتر.

(فتح القدير ۸/ ۴۳۲، ۴۳۳،ط:رشيديه قديم)

مسئلہ : ایک ملک کے رہنے والوں نے دوسرے ملک میں قربانی کا جانور خرید کر قربانی کرنا چاہی، مثلاً سعودی عرب یا امریکہ، برطانیہ وغیرہ کے باشندے نے پاکستان میں قربانی بھیج دی یا پاکستان کے باشندوں نے افغانستان میں قربانی کرنا چاہی تو ان کی قربانی درست ہے، بشرطیکہ دونوں ملکوں میں عید الاضحیٰ ایک ہی دن ہو، اگر دونوں ملکوں کی عید میں ایک یا دو دن کا فرق ہے تو صحتِ قربانی کے لیے یہ شرط ہے کہ اس دن کی جائے جس دن دونوں ملکوں میں عید ہو۔ اگر اس دن سے آگے پیچھے کیا تو قربانی صحیح نہ ہوگی، دوبارہ کرنا واجب ہوگی۔

قال ملک العلماء الكاسانى رحمه الله تعالىٰ :فصل: وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما وأيام النحر ثلاثة يوم الأضحى وهو اليوم العاشر من ذى الحجة والحادى عشر والثانى عشر وذلک بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثانى عشر .... فاذا طلع الفجر من اليوم الاول فقد دخل وقت الوجوب.

(بدائع الصنائع ۵/۶۵،ط:سعيد)

وقال رحمه الله تعالىٰ ايضا :هذا إذا كان من عليه الأضحية فى المصر والشاة فى المصر فإن كان هو فى المصر والشاة فى الرستاق أو فى موضع

لا يصلى فيه وقد كان أمر أن يضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلاة العيد فإنها تجزيه وعلى عكسه لو كان هو في الرستاق والشاة في المصر وقد أمر من يضحى عنه فضحوا بها قبل صلاة العيد فإنها لا تجزيه وإنما يعتبر في هذا مكان الشاة لا مكان من عليه هكذا ذكر محمد عليه الرحمة في النوادر وقال إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه وهكذا روى الحسن عن أبي يوسف رحمه الله يعتبر المكان الذي يكون فيه الذبح ولا يعتبر المكان الذي يكون فيه المذبوح عنه وإنما كان كذلك لأن الذبح هو القربة فيعتبر مكان فعلها لا مكان المفعول عنه وإن كان الرجل في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبي يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة فقال ينبغي لهم أن لا يضحوا عنه حتى يصلي الإمام الذي فيه أهله وإن ضحوا عنه قبل أن يصلي لم يجزه وهو قول محمد عليه الرحمة وقال الحسن بن زياد انتظرت الصلاتين جميعا وإن شكوا في وقت صلاة المصر الآخر انتظرت به الزوال فعنده لا يذبحون عنه حتى يصلوا في المصرين جميعا وإن وقع لهم الشك في وقت صلاة المصر الآخر لم يذبحوا حتى تزول الشمس فإن زالت ذبحوا عنه وجه قول الحسن أن فيما قلنا اعتبار الحالين حال الذبح وحال المذبوح عنه فكان أولى ولأبي يوسف ومحمد رحمهما الله أن القربة في الذبح والقربات المؤقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها لا في حق المفعول عنه.

(بدائع الصنائع ۵/۷۴،ط:سعید)

مسئلہ : ایامِ اضحیہ میں قربانی نہیں کی تو بعد میں یوم الاداء کی قیمت صدقہ کرے یعنی جس دن اس واجب کو ادا کرنے کا ارادہ ہو اسی دن درمیانے بکرے کی جتنی قیمت ہو کسی مسکین کو دے دے۔

احسن الفتاویٰ میں ہے:
زکوۃ سوائم کی طرح یوم الاداء کی قیمت واجب ہے۔(احسن الفتاوی ۷/۵۳۴،ط:سعید)

مسئلہ : اگر جانور وزن کے اعتبار سے خریدا اس طور پر کہ ذبح کے بعد جتنا گوشت نکلے گا فی کلو کے اعتبار سے اتنے اتنے پیسے دوں گا تو ثمن مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے

اور اس بیع کا فسخ کرنا واجب ہے، البتہ اگر مشتری نے جانور پر قبضہ کرلیا اور قربانی کرلی تو وہ مالک ہوجائے گا اور قربانی بھی ادا ہوجائے گی۔

في الهندية : رجل اشترى شاة شراء فاسدا فذبحها عن الأضحية جاز وللبائع الخيار فإن ضمنه قيمتها حية فلا شيء على المضحي.

(الهندية ۵/۳۰۲،ط:رشيديه)

مسئلہ : قربانی کا جانور بدک کر کسی کا مالی یا جانی نقصان کردے تو جانور کے مالک پر تاوان نہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (وإن أرسل طيرا) ساقه أو لا أو دابة (أو كلبا ولم يكن سائقا) له(أو انفلتت دابة) بنفسها (فأصابت مالا أو آدميا نهارا أو ليلا لا ضمان) في الكل لقوله صلى الله عليه وسلم العجماء جبار، أي المنفلتة هدر.(الشامية ۶/۶۰۸،ط:سعيد)

مسئلہ : ایک آدمی نے دو بکریاں خریدیں، ایک متعین اپنی واجب قربانی کے لیے اور دوسری متعین جناب نبی کریم ﷺ کی جانب سے، پھر واجب قربانی مرگئی تو اگر اس شخص کو دوسری واجب قربانی کی وسعت نہیں تو اس نفل قربانی کو واجب قربانی کی طرف سے کرسکتا ہے۔

قال العلامة الطوري الحنفي رحمه الله تعالىٰ : وفي المحيط: ولو اشترى شاتين للأضحية فضاعت إحداهما فضحى بالثانية ثم وجدها في أيام النحر فلا شيء عليه لأنه لم يتعين أحدهما وأيهما ضحى بها فهي المعينة.

(تكملة البحر الرائق ۸/۳۲۱،ط:رشيديه)

مسئلہ : اگر کسی شخص نے جانور خرید کر اس میں ایک حصہ اپنی واجب قربانی کا رکھا، ایک اللہ تعالیٰ کا اور ایک جناب نبی کریم ﷺ کا تو قربانی شرعاً درست ہے۔البتہ احتیاط اس میں ہے کہ آپ ﷺ کا حصہ واجب قربانی والے جانور کے علاوہ جانور میں رکھا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا حصہ رکھنے کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ تمام قربانیاں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔

قربانی میں شرکت کے احکام

مسئلہ : قربانی کے جانور میں حصوں کی تعیین ضروری ہے اس طور پر کہ کس شخص کا حصہ کس جانور میں ہے، اگر جانور متعین نہ کیا گیا بایں طور کہ دو گائے میں چودہ آدمی بلا تعیینِ جانور شریک ہوگئے تو بھی قربانی جائز ہوجائے گی (استحساناً)۔ البتہ گوشت کی تقسیم کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ دونوں گائے کے گوشت کو ملا کر چودہ حصے کر لیے جائیں۔

فی الهندية : وفی الأضاحی للزعفرانی اشتری سبعة نفر سبع شیاه بینهم ولم یسم لکل واحد منهم شاة بعینها فضحوا بها کذلک فالقیاس أن لا یجوز وفی الاستحسان یجوز فقوله اشتری سبعة نفر سبع شیاه بینهم یحتمل شراء کل شاة بینهم ویحتمل شراء شیاه علی أن یکون لکل واحد شاة ولکن لا بعینها فإن کان المراد هو الثانی فما ذکر فی الجواب باتفاق الروایات لأن کل واحد منهم یصیر مضحیا شاة کاملة وإن کان المراد هو الأول فما ذکر من الجواب علی إحدی الروایتین فإن الغنم إذا کانت بین رجلین ضحیا بها ذکر فی بعض المواضع أنه لا یجوز کذا فی المحیط.

(الهندية ۵/۳۰۶، ط:رشیدیه)

امداد الاحکام میں ہے:

السوال: اگر چودہ آدمی دو گایوں میں شریک ہوکر قربانی کریں کہ ہر ایک کا حصہ کسی خاص گائے میں متعین نہ کیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ یہ گائے سات شخصوں کی ہے اور دوسری گائے دوسرے سات شخصوں کی ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ دونوں گائیں مشترک طور پر چودہ شخصوں کی طرف سے ہیں تو اس طرح قربانی درست ہوگی یا نہیں۔

الجواب

یہ صورت قیاساً تو جائز نہیں، ہاں استحساناً جائز ہے۔ (امداد الاحکام ۴/۲۷۳، ط: دار العلوم)

مسئلہ : گائے بھینس اونٹ میں سات اور اس سے کم آدمی شریک ہوسکتے ہیں بشرطیکہ ان میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو اور سب کی نیت ثواب کی ہو اگر کسی کا حصہ ساتویں سے کم ہو یا اس کی نیت محض گوشت کھانے کی ہے تو پھر کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ عقیقہ بھی چونکہ ثواب کا کام ہے۔ اس لیے عقیقہ کی نیت سے کوئی شرکت کرے تو بھی جائز

ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ جس گائے میں قربانی کا حصہ ہے اس میں عقیقے کا حصہ نہ ڈالے۔

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : ولا شک فی جواز بدنة أو بقرة عن أقل من سبعة بأن اشترک اثنان أو ثلاثة أو أربعة أو خمسة أو ستة فی بدنة أو بقرة لأنه لما جاز السبع فالزیادة أولی وسواء اتفقت الانصباء فی القدر أو اختلفت بأن یکون لأحدهم النصف وللآخر الثلث ولآخر السدس بعد أن لا ینقص عن السبع. (بدائع الصنائع ۵/۷۱، ط:سعید)

وقال العلامة قاضی خان رحمه الله تعالیٰ :الشاة فی الأضحیة لا تجوز إلا عن واحد والإبل والبقر یجوز عن سبعة إذا أراد الکل القربة اختلفت جهة القربة أو اتحدت وإن أراد بعض الشرکاء اللحم لا یجوز عنهم ولا تسقط الأضحیة عنهم.

(الفتاوی الخانیة علی هامش الهندية ۳/۳۴۹، ط: رشیدیه)

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : ولنا أن الجهات وإن اختلفت صورة فهی فی المعنی واحد لأن المقصود من الکل التقرب إلی الله عز شأنه وکذلک إن أراد بعضهم العقیقة عن ولد ولد له من قبل لأن ذلک جهة التقرب إلی الله تعالی عز شأنه بالشکر علی ما أنعم علیه من الولد کذا ذکر محمد رحمه الله فی نوادر الضحایا.

(بدائع الصنائع ۵/۷۲، ط:سعید)

فی الهندية : ولو أرادوا القربة الأضحیة أو غیرها من القرب أجزأهم سواء کانت القربة واجبة أو تطوعا أو وجب علی البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت بأن أراد بعضهم الأضحیة وبعضهم جزاء الصید وبعضهم هدی الإحصار وبعضهم کفارة عن شیء أصابه فی إحرامه وبعضهم هدی التطوع وبعضهم دم المتعة أو القران وهذا قول أصحابنا الثلاثة رحمهم الله تعالی وکذلک إن أراد بعضهم العقیقة عن ولد ولد له من قبل کذا ذکر محمد رحمه الله تعالی فی نوادر الضحایا.

(الهندية ۵/۳۰۴، ط:رشیدیه)

مسئلہ : قربانی کے لیے جانور خریدتے وقت نیت تھی کہ دوسروں کو شریک کرے گا تو اس کے لیے خریدنے کے بعد دوسروں کو شریک کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہے۔

مسئلہ : اگر خریدتے وقت دوسروں کی شرکت کی نیت نہیں تھی پورا جانور اپنے لیے خریدا تو مالدار کے لیے ایک روایت کے مطابق دوسروں کو شریک کرنا درست ہے۔ اور فقیر کے لیے دوسروں کو شریک کرنا درست نہیں پورا جانور اپنی طرف سے ذبح کرنا ضروری ہے۔

بہر حال مالدار کے لیے بھی دوسروں کو شریک کرنا ناپسندیدہ اور خلاف احتیاط ہے۔ احتیاط اور بہتری اسی میں ہے کہ نیت کے مطابق پورے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کردے۔

قال ملک العلماء الكاسانی رحمه الله تعالیٰ : ولو اشترى رجل بقرة يريد أن يضحى بها ثم أشرک فيها بعد ذلک قال هشام سألت أبا يوسف فأخبرنی أن أبا حنيفة رحمه الله قال أكره ذلک ويجزيهم أن يذبحوها عنهم قال وكذلک قول أبی يوسف قال قلت لأبی يوسف ومن نيته أن يشرک فيها قال لا أحفظ عن أبی حنيفة رحمه الله فيها شيئًا ولكن لا أرى بذلک بأسا. وقال فی الأصل قال أرأيت فی رجل اشترى بقرة يريد أن يضحى بها عن نفسه فأشرک فيها بعد ذلک ولم يشركهم حتى اشتراها فأتاه إنسان بعد ذلک فأشركه حتى استكمل يعنی أنه صار سابعهم هل يجزی عنهم قال نعم استحسن وإن فعل ذلک قبل أن يشتريها كان أحسن. وهذا محمول على الغنی إذا اشترى بقرة لأضحيته لأنها لم تتعين لوجوب التضحية بها وإنما يقيمها عند الذبح مقام ما يجب عليه أو واجب عليه فيخرج عن عهدة الواجب بالفعل فيما يقيمه فيه فيجوز اشتراكهم فيها وذبحهم إلا أنه يكره لأنه لما اشتراها ليضحى بها فقد وعد وعدا فيكره أن يخلف الوعد. فأما إذا كان فقيرا فلا يجوز له أن يشرک فيها لأنه أوجبها على نفسه بالشراء للأضحية فتعينت للوجوب فلا يسقط عنه ما أوجبه على نفسه. وقد قالوا فی مسألة الغنی إذا أشرک بعدما اشتراها للأضحية أنه ينبغی أن يتصدق بالثمن وإن لم يذكر ذلک محمد رحمه الله لما روى أن رسول الله دفع إلى حكيم بن حزام دينارا وأمره أن يشترى له أضحية فاشترى شاة فباعها بدينارين واشترى بأحدهما شاة وجاء إلى النبی عليه الصلاة والسلام بشاة ودينار وأخبره بما صنع فقال له عليه الصلاة والسلام بارک الله فی صفقة يمينک وأمر عليه الصلاة والسلام أن يضحى بالشاة ويتصدق بالدينار لما أنه قصد

إخراجه للأضحية كذا ههنا. (بدائع الصنائع ۵/ ۷۲، ط: سعيد)

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : (وصح اشتراک ستة فی بدنة شريت لأضحية) أی إن نوى وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا وإلا لا (استحسانا وذا) أی الاشتراک (قبل الشراء أحب).

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ : (قوله فی بدنة شريت لأضحية) أی ليضحی بها عن نفسه، هداية وغيرها، وهذا محمول على الغنی لأنها لم تتعين لوجوب الضحية بها ومع ذلک يكره لما فيه من خلف الوعد وقد قالوا إنه ينبغی له أن يتصدق بالثمن وإن لم يذكره محمد نصا فأما الفقير فلا يجوز له أن يشرک فيها لأنه أوجبها على نفسه بالشراء للأضحية فتعينت للوجوب، بدائع، و غاية البيان، لكن فی الخانية سوى بين الغنی والفقير ثم حكی التفصيل عن بعضهم. تأمل. (الشامية ۶/ ۳۱۷، ط: سعيد)

مسئلہ : اگر شرکاء میں سے کوئی سود، بیمہ، قمار وغیرہ حرام آمدنی کی رقم جمع کر کے شریک ہو گیا تو پھر کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔

فی الهندية : وفی المنتقى إبراهيم عن محمد رحمه الله تعالى فی امرأة نائحة أو صاحب طبل أو مزمار اكتسب مالا قال إن كان على شرط رده على أصحابه إن عرفهم يريد بقوله على شرط إن شرطوا لها فی أوله مالا بإزاء النياحة أو بإزاء الغناء وهذا لأنه إذا كان الأخذ على الشرط كان المال بمقابلة المعصية فكان الأخذ معصية والسبيل فی المعاصی ردها وذلک هاهنا برد المأخوذ إن تمكن من رده بأن عرف صاحبه وبالتصدق به إن لم يعرفه ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله.

(الهندية ۵/ ۳۴۹، ط: رشيديه)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه. (الشامية ۵/ ۹۹، ط: سعيد)

مسئلہ : اجتماعی قربانی میں اگر تمام شرکاء اپنی مرضی سے سری، پائے، قصابوں یا انتظامیہ کے لیے چھوڑ دیں تو قصابوں اور انتظامیہ کے لیے ان کا لے جانا جائز ہے، البتہ بطورِ

اجرت دینا جائز نہیں۔

امداد المفتین میں ہے:

سوال: ایک شخص جو اپنی قربانی میں سے سری، پائے یا کوئی اور حصہ سقہ، بھنگی اور فقیر کو ان کا حق سمجھ کر دیتا ہے، آیا اس کی قربانی صحیح ہوجاتی ہے؟ یا اس میں کوئی نقص پیدا ہوجاتا ہے، اور اگر کوئی پیدا ہوجاتا ہے تو اس کی کیا تلافی ہے؟

الجواب: قربانی ادا ہوجاتی ہے مگر بہت کراہت کے ساتھ اور اس کے ذمے واجب ہوتا ہے کہ سر، پائے کی جو قیمت ہو اندازہ کر کے اس کا صدقہ کرے ورنہ گنہگار رہے گا، اور یہ سب اس وقت ہے جب کہ خدمت پیشہ لوگوں کو مقرر کر کے بطور حق الخدمت دے کیونکہ وہ بحکمِ بیع ہے اور اگر اتفاقی طور پر کسی خدمت گار کو دے دیا جاوے تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ رسم نہ پڑے۔

(امداد المفتین ۸۰۰، ط: دارالاشاعت)

مسئلہ: شیعہ، قادیانی، مجوسی وغیرہ کسی غیر مسلم اور مرتد وزندیق کو شریک کرنا جائز نہیں، اگر شریک کرلیا تو پھر کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی۔ مسلمانوں پر دوبارہ کرنا واجب اور ضروری ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: (وان كان شريك الستة نصرانيا او مريدا اللحم لم يجز عن احد).

وقال العلامة الطحطاوي رحمه الله تعالىٰ: (قوله وان كان شريك الستة نصرانيا) ولو نوى الاضحية لان نيته غير معتبرة لفقد شرطها وهو الاسلام قال في الهندية ولا يشارك المضحي فيما يحتمل الشركة من لايريد القربة راسا فان شارك لم تجز عن الاضحية وكذا هذا في سائر القرب. (حاشية الطحطاوي على الدر ۱۶۶/۴، ط: المكتبة العربية)

مسئلہ: اگر قربانی میں کوئی حصے دار اپنا حصہ کسی مرحوم کی جانب سے کرنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ نیت تو اپنی طرف سے قربانی کی کرلے اور ثواب مرحوم کو بخش دے۔ (امداد الاحکام ۴/۲۳۳، ط: دارالعلوم)

مسئلہ: اگر کوئی صاحبِ نصاب شخص اپنے کسی مرحوم کی طرف سے قربانی کی نیت کرلے تو اِس قربانی سے اس کے ذمہ جو قربانی ہے وہ ساقط ہوجائے گی یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں: (۱) ساقط ہوجائے گی۔ یہ قول اَیسر اور اَوسع ہے اور عند البعض اَرجح ہے۔

(۲) ساقط نہ ہوگی۔ یہ قول اَحوط ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اگر وسعت ہو تو اپنی قربانی الگ سے کرلے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله وعن ميت) أى لو ضحى عن ميت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بها وعدم الأكل منها وإن تبرع بها عنه له الأكل لأنه يقع على ملك الذابح والثواب للميت ولهذا لو كان على الذابح واحدة سقطت عنه أضحيته كما في الأجناس .قال الشرنبلالي : لكن في سقوط الأضحية عنه تأمل اهـ .أقول : صرح في فتح القدير في الحج عن الغير بلا أمر أنه يقع عن الفاعل فيسقط به الفرض عنه وللآخر الثواب فراجعه. (الشامية ۳۳۵/۶، ط: سعيد)

مسئلہ: اگر کئی مرحومین کو اضحیہ کا ثواب پہنچانا مقصود ہو تو اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اپنی طرف سے ایک نفلی قربانی کر کے اس کا ثواب سب مرحومین کو بخش دے۔

قال العلامة ظفر احمد العثماني رحمه الله تعالى : قلت : التضحية عن الغير تحتمل وجهين: أحدهما: أن يكون المضحي هو الغير ويكون المباشر نائبا عنه، ومثل هذه التضحية لا يجوز بشاة واحدة عن أكثر من واحد عند ابي حنيفة وأصحابه لما دل الدليل على أن الشاة الواحد لا تجزئ الا عن واحد. والثاني : أن يكون المضحي هو المباشر ويشرك غيره في الثواب أن يهديه له ، ومثل هذه التضحسية لا يمنعه أبو حنيفة وأصحابه، لا لواحد، ولا لأكثر. (اعلاء السنن، ۱۷/۲۰۹، ط: ادارة القرآن)

مسئلہ: اگر قربانی کے جانور میں غلطی سے سات سے زیادہ افراد شریک ہوجائیں تو دو صورتیں ہیں: (۱) اگر قربانی ذبح کرنے سے پہلے پہلے پتہ چل گیا تو زائد افراد اپنے حصے کی قیمت بقیہ شرکاء سے وصول کر کے الگ ہوجائیں۔ (۲) اور اگر سات سے زائد افراد کی جانب سے قربانی کرلی گئی تو ان سب کی قربانی باطل ہوجائے گی اور اس کی جگہ ایامِ قربانی میں قربانی کرنا ضروری ہے، اور ایامِ قربانی گزرنے کے بعد ہر ایک پر ایک متوسط قربانی کی قیمت کا تصدق ضروری ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (فتجب) التضحية............ (على حر مسلم مقيم)............(موسر)...... (عن نفسه لا عن طفله) ......(شاة)

بالرفع بدل من ضمير تجب أو فاعله (أو سبع بدنة) هي الإبل والبقر سميت به لضخامتها ولو لأحدهم أقل من سبع لم يجز عن أحد وتجزى عما دون سبعة بالأولى. (الشامية ٦/٣١٣......٣١٦، ط:سعيد)

مسئلہ: سات افراد نے ایک جانور کی خریداری کے لیے رقم جمع کی اور اس رقم میں دو جانور خرید لائے تو ان دونوں جانوروں کی قربانی کرلے اور دونوں کا گوشت علیحدہ علیحدہ یا ملا کر سات حصے بنالے اور ساتوں شرکاء میں تقسیم کردیں۔

فی الهندية: والبقر والبعير يجزى عن سبعة إذا كانوا يريدون به وجه الله تعالى والتقدير بالسبع يمنع الزيادة ولا يمنع النقصان كذا في الخلاصة.
(الهندية ٥/٣٠٤، ط:رشيدية)

مسئلہ: ایک جانور میں سات افراد شریک تھے، ان میں سے ایک فقیر ہو گیا اور جانور بھاگ گیا، پھر دوسرا خرید کر ذبح کیا اور پہلا بھی مل گیا تو دوسرے شرکاء کی طرح اس فقیر پر اس جانور کا ذبح ضروری نہیں۔

قال العلامة برهان الدين ابن مازة البخاري رحمه الله تعالىٰ: الفقير اذا اشترى اضحية فضلت فليس عليه ان يشترى مكانها اخرى، ولو كان غنيا فعليه ذلك لان الوجوب على الفقير بالشراء والشراء يتناول هذا العين فوجب التضحية بهذا العين فسقط الوجوب بهلاكه؛ أما الوجوب على الغني فبإيجاب الشرع والشرع لم يوجب التضحية بهذه العين فلا يسقط الوجوب بهلاكه. (المحيط البرهاني ٨/٤٥٩، ط:ادارة القرآن)

مسئلہ: قربانی کے سات حصہ داروں میں سے کسی کے لیے جانور ذبح کرنے یا گوشت وغیرہ بنانے کی اجرت لینا جائز نہیں۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
قربانی میں شریک کو ذبح کی اجرت لینا دو وجہ سے ناجائز ہے:
(۱) ذبح کرنا خود اس پر واجب ہے، اصالۃً یا نیابۃً اور واجب علی التعیین پر اجرت لینا ناجائز ہے۔
(۲) فعل مشترک کی اجرت کا استحقاق نہیں۔
ذبح کے بعد چمڑا اتارنے اور گوشت بنانے کی اجرت صرف دوسری وجہ سے ناجائز ہے۔
(احسن الفتاوی، ۷/۵۱۸، ط:سعید)

مسئلہ: سات افراد نے ایک جانور کی خریداری کے لیے مثلاً دو لاکھ دس ہزار روپے جمع کیے اور اس رقم میں دو جانور خرید لائے تو ان دونوں جانوروں کی قربانی کریں اور دونوں کا گوشت علیحدہ علیحدہ یا ملا کر سات حصے بنالیں اور ساتوں شرکاء میں تقسیم کردیں۔

فی الهندية: والبقر والبعير يجزى عن سبعة اذا كانوا يريدون به وجه الله تعالىٰ والتقدير بالسبع يمنع الزيادة ولايمنع النقصان كذا فی الخلاصة، وقال: واذا كان الشركاء فی البدنة او البقرة ثمانية لم يجزهم لان نصيب احدهم اقل من السبع. (الهندية ٥/٣٠٤، ط:رشيديه)

مسئلہ: ایک سے زیادہ جانور ذبح کرنے کی صورت میں تمام جانوروں پر علیحدہ علیحدہ تسمیہ (بسم اللہ) پڑھنا ضروری ہے، صرف پہلے پر پڑھنے کو کافی سمجھنا غلط ہے۔ اگر کسی قصائی نے صرف پہلے پر تکبیر کو کافی سمجھ کر باقی جانور بدوں تکبیر ذبح کیے تو صرف پہلا جانور حلال ہوگا اور باقی شرعاً مردار ہوں گے، نیز اگر وہ جانور دوسروں کے ہوں تو مردار جانوروں کا ضمان بھی قصائی پر ہوگا۔

قال الامام السرخسی رحمه الله تعالىٰ: وان اراد ان يذبح عددا من الذبائح لم تجز التسمية للاولى عما بعدها لما بينا ان الشرط ان يسمى على الذبح و ذبحه للشاة الثانية غير ذبحه للشاة الاولىٰ.
(المبسوط ١٢/٦، ط:دار احياء التراث)

﴿اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا مسئلہ﴾

درج ذیل وجوہ کی بنیاد پر اونٹ میں بھی سات افراد کی شرکت متعین اور راجح ہے اور اونٹ میں سات افراد سے زائد افراد کا شریک ہونا مرجوح اور غیر صحیح ہے:

(۱) صحیح، صریح اور قولی حدیث میں صرف سات افراد کی شرکت کا ذکر ہے، دس افراد کی شرکت اس قسم کی کسی ایک حدیث میں بھی ثابت نہیں۔

عن جابر رضی الله تعالىٰ عنه ان النبی ﷺ قال البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة رواه مسلم و ابو داؤد واللفظ له.
(مشكوة المصابيح ص: ١٢٧، ط:قديمی)

(۲) اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی یہی ہے چنانچہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ **باب فی الاشتراک فی الاضحیہ** کے تحت ایک حدیث جس میں گائے اور اونٹ میں سات افراد کی شرکت کا بیان ہے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ''**والعمل علی ھذا عند اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرھم**'' امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اونٹ میں دس افراد کی شرکت کے متعلق صرف اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک اونٹ میں دس افراد کی شرکت بھی درست ہے ان کے علاوہ ایک اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا جواز نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے نہ تابعی علیہ الرحمۃ سے اور نہ کسی امام سے نقل کیا ہے، جبکہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اعلم بالمذاہب مانے گئے ہیں اور ہر مسئلہ میں اپنی معلومات کے مطابق عمل کرنے والوں اور فتویٰ دینے والوں کا ضرور ذکر کرتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی صنیع سے یہ بات بظاہر معلوم ہوتی ہے کہ اونٹ میں دس افراد کی شرکت کے جواز کا قول وعمل نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا نہ تابعی رحمہ اللہ اور نہ کسی مجتہد کا ہے صرف اسحاق بن راھویہ علیہ الرحمۃ کا ایک قول ہے۔

وقال الشیخ المحدث احمد علی السھارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: وفی البعیر عشرۃ قال المظھر عمل بہ اسحق بن راھویہ .

(حاشیۃ جامع الترمذی ۱/۲۷۶، ط:سعید)

(۳) جمہور ائمہ مجتہدین، احناف، امام شافعی، امام احمد اور سفیان ثوری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی یہی ہے کہ اونٹ میں سات افراد شریک ہوسکتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔

قال الامام الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ: ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علی ھذا عند أھل العلم من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ و سلم و غیرھم وھو قول سفیان الثوری و ابن المبارک و الشافعی و احمد و إسحق.

(جامع الترمذی ۱/۲۷۶، ط:سعید)

وفی التحفۃ تحت روایۃ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قولہ (وھو قول سفیان الثوری والشافعی واحمد)وھو قول الحنفیۃ، واحتجوا بحدیث الباب وما فی معناہ.(تحفۃ الاحوذی ۳/۷۶۹، ط:قدیمی)

(۴) احتیاط بھی اسی میں ہے کیوں کہ سات کی صورت میں اتفاقاً سب کی قربانی ہوجاتی

ہے جبکہ دس افراد کی شرکت کی صورت میں کسی کی بھی قربانی اہل علم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جمہور اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں ہوگی۔

جس حدیث میں اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا بیان ہے وہ درج ذیل وجوہ سے متروک العمل ہے۔

(الف) یہ روایت اتفاقاً صحیح، صریح، قولی حدیث کے خلاف اور معارض ہے اور سند کی غرابت وغیرہ وجوہ کی بناء پر اس کے مقابلے میں مرجوح اور متروک ہے۔

وقال الشیخ المحدث احمد علی السھارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: وفی البعیر عشرۃ قال المظھر عمل بہ اسحق بن راھویہ .... والا ظھر ان یقال معارض بالروایۃ الصحیحۃ واما ما ورد فی البدنۃ سبعۃ او عشرۃ فھو شاک وغیرہ جازم بالسبعۃ.(حاشیۃ جامع الترمذی ۱/۲۷۶، ط:سعید)

(ب) یہ روایت اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم اور جمہور ائمہ علیہم الرحمۃ کے عمل اور قول کے خلاف ہے اس لیے اس روایت کو صحیح ماننے کی صورت میں اس روایت میں نسخ وغیرہ کی مناسب تاویل کی جائے گی۔

وقال الشیخ المحدث احمد علی السھارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: وفی البعیر عشرۃ قال المظھر عمل بہ اسحق بن راھویہ وقال غیرہ انہ منسوخ بما ھو من قولہ ''البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن سبعۃ'' .

(حاشیۃ جامع الترمذی ۱/۲۷۶، ط:سعید)

(ج) یہ روایت احتیاط کے بھی خلاف ہے لہٰذا جب اس حدیث میں دس کی شرکت کے وجوب اور فرضیت کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف اباحۃ کا ذکر ہے تو احتیاط کے پہلو کے مقابلے میں متروک العمل ہوگا۔

غیر مقلدین اور مرزائی کی شرکت

غیر مقلدین کے نزدیک اگر حصہ داروں میں مرزائی شریک ہو تو قربانی جائز ہے۔

(فتاویٰ علماءِ اہلِ حدیث ۱۳/۸۹، بحوالہ رسائل ۳/۳۸۴)

مطالبہ : پوری امت کے اتفاق کے خلاف غیر مقلدین کے مولویوں نے جو جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ فتویٰ جس آیت اور حدیث میں صراحۃً موجود ہے وہ صریح آیت اور صحیح صریح غیر معارض حدیث بتائیں، یا اپنے مولویوں کے ضال مضل ہونے کا اعلان کریں۔

قربانی کے آداب اور مستحبات

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ (موٹا) بہت خوب صورت اور بڑی جسامت کا ہو۔ نیز بکروں اور دنبوں میں سب سے بہتر سینگوں والا سفید یا چتکبرا خصی مینڈھا ہے۔

قال ملک العلماء الكاسانی رحمه الله تعالیٰ :وأما الذی يرجع إلی الأضحية فالمستحب أن يكون أسمنها وأحسنها وأعظمها لأنها مطية الآخرة قال عليه الصلاة والسلام عظموا ضحاياكم فإنها علی الصراط مطاياكم ومهما كانت المطية أعظم وأسمن كانت علی الجواز علی الصراط أقدر وأفضل الشاء أن يكون كبشا أملح أقرن موجوءاً لما روی جابر رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم ضحی بكبشين أملحين أقرنين موجوئين عظيمين سمينين والأقرن العظيم القرن والأملح الأبيض.

(بدائع الصنائع ۵/۸۰،ط:سعيد)

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالیٰ : قال رحمه الله : (والخصی) وعن أبی حنيفة رحمه الله تعالی هو أولی لأن لحمه أطيب وقد صح أنه عليه الصلاة والسلام ضحی بكبشين أملحين موجوئين الأملح الذی فيه ملحة وهو البياض الذی فيه شعيرات سود وهو من لون الملح.

(البحر الرائق ۸/۳۲۳،ط:رشيديه)

مسئلہ : ایامِ قربانی سے پہلے جانور خرید کر گھر میں پالنا، ہار پہنانا، جھول ڈالنا، قربان گاہ کی طرف نرمی سے ہنکانا، تیز دار آلہ سے ذبح کرنا، ذبح کے بعد پوری جان نکلنے اور ٹھنڈا ہو جانے تک گوشت پوست نہ اتارنا، اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا یا دوسرے سے ذبح کروانے کی صورت میں خود وہاں موجود رہنا وغیرہ امور بہتر اور افضل ہیں۔

قال ملک العلماء الكاسانی رحمه الله تعالیٰ : أما الذی هو قبل التضحية فيستحب أن يربط الأضحية قبل أيام النحر بأيام لما فيه من الاستعداد للقربة واظهار الرغبة فيها فيكون له فيه أجر وثواب وأن يقلدها ويجللها اعتبارا بالهدايا والجامع أن ذلک يشعر بتعظيمها قال الله تعالی ذلک ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوی القلوب وأن يسوقها إلی المنسک سوقا جميلا لا عنيفا وان لا يجر برجلها إلی المذبح كما ذكرنا فی كتاب الذبائح..........وأما الذی يرجع إلی من عليه التضحية فالأفضل أن يذبح بنفسه إن قدر عليه لأنه قربة فمباشرتها بنفسه أفضل من توليتها غيره كسائر القربات والدليل عليه ما روی أن رسول الله صلی الله عليه وسلم ساق مائة بدنة فنحر منها نيفا وستين بيده الشريفة عليه الصلاة والسلام ثم أعطی المدية سيدنا عليا رضی الله عنه فنحر الباقين وهذا إذا كان الرجل يحسن الذبح ويقدر عليه فأما إذا لم يحسن فتوليته غيره فيه أولی......ويستحب أن يحضر الذبح لما روی عن سيدنا علی رضی الله عنه أن النبی عليه السلام قال لسيدتنا فاطمة رضی الله عنها يا فاطمة بنت محمد قومی فاشهدی ضحيتک فإنه يغفر لک بأول قطرة تقطر من دمها مغفرة لكل ذنب أما أنه يجاء بدمها ولحمها فيوضع فی ميزانک وسبعون ضعفا فقال أبو سعيد الخدری رضی الله عنه يا نبی الله هذا لآل محمد خاصة فإنهم أهل لما خصوا به من الخير أم لآل محمد وللمسلمين عامة فقال هذا لآل محمد خاصة وللمسلمين عامة...... .... وأما الذی يرجع إلی آلة التضحية فما ذكرنا فی كتاب الذبائح وهو أن تكون آلة الذبح حادة من الحديد وأما الذی هو بعد الذبح فالمستحب أن يتربص بعد الذبح قدر ما يبرد ويسكن من جميع أعضائه وتزول الحياة عن جميع جسده ويكره أن ينخع ويسلخ قبل أن يبرد لما ذكرنا فی كتاب الذبائح.

(بدائع ۵/۷۸ ......۸۰،ط:رشيديه قديم)

مسئلہ : مستحب اور بہتر ہے کہ جانور کو قبلہ رخ لٹانے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ إِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

اور جب بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کر چکے تو یہ دعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّی کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَام.

عن جابر قال: ذبح النبی ﷺ یوم الذبح کبشین أقرنین أملحین موجوئین فلما وجههما قال: ”إنی وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض علی ملة إبراهیم حنیفا وما أنا من المشرکین إن صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له وبذلک أمرت وأنا من المسلمین“ اللهم منک ولک عن محمد وأمته بسم الله والله أکبر ثم ذبح . رواه أحمد وأبو داود وابن ماجه والدارمی وفی روایة لأحمد وأبی داود والترمذی: ذبح بیده وقال: بسم الله والله أکبر اللهم هذا عنی وعمن لم یضح من أمتی.

(مشکوة ۱۲۸،ط:قدیمی)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

۲......بعد ذبح کے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّی کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَام.

اس دعا کا ماخذ وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد شریف نے روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:اللهم تقبل من محمد و آل محمد ۔(فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۴۸۸)

عن عائشة أن رسول الله ﷺ أمر بکبش أقرن یطأ فی سواد وینظر فی سواد ویبرک فی سواد فأتی به فضحی به. فقال: یا عائشة هلمی المدیة. ثم قال: اشحذیها بحجر. ففعلت فأخذها وأخذ الکبش فأضجعه وذبحه وقال: بسم الله اللهم تقبل من محمد وآل محمد ومن أمة محمد. ثم ضحی به

صلی الله علیه وسلم.(ابو داؤد ۲/۳۸۶،ط:میر محمد)

مسئلہ : ایک سے زیادہ جانور ذبح کرنے کی صورت میں تمام جانوروں کے ذبح پر علیحدہ علیحدہ تسمیہ پڑھنا ضروری ہے، صرف پہلے پر پڑھنے کو کافی سمجھنا غلط ہے، اگر کسی قصائی نے صرف پہلے جانور پر تکبیر کو کافی سمجھ کر باقی جانور بدوں تسمیہ ذبح کیے تو صرف پہلا جانور حلال ہوگا اور باقی شرعاً مردار ہوں گے۔ نیز اگر وہ جانور دوسروں کے ہوں تو مردار جانوروں کا ضمان بھی قصائی پر ہوگا۔

قال الامام السرخسی رحمه الله تعالیٰ : قال(وإن أراد أن یذبح عددا من الذبائح لم تجز التسمیة للأولی عما بعدها) لما بینا أن الشرط أن یسمی علی الذبح وذبحه للشاة الثانیة غیر ذبحه للشاة الأولی.

(المبسوط للسرخسی ۱۲/۶،ط:دار احیاء التراث)

قربانی کے مکروہات

(۱) جانور کو لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا یا اس کے سامنے تیز کرنا۔

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ :(وندب إحداد شفرته قبل الإضجاع وکره بعده.

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ :(قوله وندب إلخ) للأمر به فی الحدیث لأنها تعرف ما یراد بها کما جاء فی الخبر أبهمت البهائم إلا عن أربعة خالقها ورازقها وحتفها وسفادها شرنبلالیة عن المبسوط.

(الشامیة ۶/۲۹۶،ط:سعید)

(۲) لوہے کے بغیر کسی دوسرے آلہ سے ذبح کرنا یا کند چھری سے ذبح کرنا۔

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ :(و)حل الذبح (بکل ما أفری الأوداج) أراد بالأوداج کل الأربعة تغلیبا(وأنهر الدم) أی أساله (ولو) بنار أو (بلیطة) أی قشر قصب (أو مروة) هی حجر أبیض کالسکین یذبح بها (إلا سنا وظفرا قائمین ولو کانا منزوعین حل) عندنا (مع الکراهة) لما فیه من الضرر بالحیوان کذبحه بشفرة کلیلة.

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ :(قوله مع الکراهة) أی کراهة

الذبح بها وأما أكل الذبيح بها لا بأس به كما في العناية و الاختيار. شرنبلالية. (الشامية ٦/٢٩٥، ٢٩٦، ط: سعيد)

في الهندية : والمستحب أن تكون الأضحية أسمنها وأحسنها وأعظمها وأفضل الشاة أن تكون كبشا أملح أقرن موجوئاً وأن تكون آلة الذبح حادة من الحديد. (الهنديه ٥/٣٠٠، ط: رشيديه)

(۳) ٹھنڈا ہونے سے پہلے سر کاٹنا یا کھال اتارنا، گدی کی طرف سے ذبح کرنا۔

(۴) قبلہ رخ ہوئے بغیر ذبح کرنا اور چھری حرام مغز تک پہنچانا یا گردن کاٹ کر الگ کرنا۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (وندب إحداد شفرته قبل الإضجاع وكره بعده كالجر برجلها إلى المذبح وذبحها من قفاها)..........

(والنخع) بفتح فسكون بلوغ السكين النخاع وهو عرق أبيض في جوف عظم الرقبة. (و) كره كل تعذيب بلا فائدة مثل (قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد) أي تسكن عن الاضطراب وهو تفسير باللازم كما لا يخفى.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله بلوغ السكين النخاع) المناسب إبلاغ السكين اهـ ح. وقيل النخع أن يمد رأسه حتى يظهر مذبحه وقيل أن يكسر عنقه قبل أن يسكن عن الاضطراب فإن الكل مكروه لما فيه من تعذيب حيوان بلا فائدة. هداية ....(قوله وكره إلخ) هذا هو الأصل الجامع في إفادة معنى الكراهة. عناية. (الشاميه ٦/٢٩٥، ٢٩٦، ط:سعيد)

(۵) ذبح سے پہلے قربانی کے لیے خریدے ہوئے جانور کے بال کاٹنا، اس پر سوار ہونا، بوجھ لادنا، اسے کرایہ پر چلانا وغیرہ، غرض اس کے کسی جزء سے انتفاع مکروہ وممنوع ہے۔

في الهندية : ولو اشترى شاة للأضحية يكره أن يحلبها أو يجز صوفها فينتفع به لأنه عينها للقربة فلا يحل له الانتفاع بجزء من أجزائها قبل إقامة القربة بها كما لا يحل له الانتفاع بلحمها إذا ذبحها قبل وقتها. ....

ويكره ركوبها واستعمالها كما في الهدى فإن فعل فنقصها فعليه التصدق بما نقص وإن آجرها تصدق بأجرها. (الهنديه ٥/٣٠٠، ٣٠١، ط:رشيديه)

(۶) اس کا دودھ دوہنا اور گوبر استعمال کرنا۔

تنبیہ: اگر قربانی کی نیت سے کوئی جانور گھر میں پالا جائے تو اس کے تمام اجزاء مثلاً دودھ، گوبر، بال اور اون وغیرہ سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح اس پر بوجھ لادنا، اس کو اجرت پر دینا اور اس کے ذریعے ہل چلانا بھی جائز ہے۔

في الهندية : ولو اشترى بقرة حلوبة وأوجبها أضحية فاكتسب مالا من لبنها يتصدق بمثل ما اكتسب ويتصدق بروثها فإن كان يعلفها فما اكتسب من لبنها أو انتفع من روثها فهو له ولا يتصدق بشيء كذا في محيط السرخسي. (الهندية ٥/٣٠١، ط: رشيديه)

(۷) جانور کی رسی اور جھول وغیرہ کو صدقہ کر دینا مستحب ہے، اگر خود استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، البتہ اگر فروخت کر دی تو قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

قال ملک العلماء الكاساني رحمه الله تعالىٰ : ولا يحل بيع جلدها وشحمها ولحمها وأطرافها ورأسها وصوفها وشعرها ووبرها ولبنها الذي يحلبه منها بعد ذبحها بشيء لا يمكن الانتفاع به إلا باستهلاک عينه من الدراهم والدنانير والمأكولات والمشروبات ولا أن يعطى أجر الجزار والذابح منها لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال من باع جلد أضحيته فلا أضحية له وروى أن النبي عليه الصلاة والسلام قال لعلي رضي الله عنه تصدق بجلالها وخطامها ولا تعطى أجر الجزار منها وروى عن سيدنا علي كرم الله وجهه أنه قال إذا ضحيتم فلا تبيعوا لحوم ضحاياكم ولا جلودها وكلوا منها وتمتعوا ولأنها من ضيافة الله عز شأنه التي أضاف بها عباده وليس للضيف أن يبيع من طعام الضيافة شيئًا فإن باع شيئًا من ذلک نفذ عند أبي حنيفة ومحمد وعند أبي يوسف لا ينفذ لما ذكرنا فيما قبل الذبح ويتصدق بثمنه لأن القربة ذهبت عنه فيتصدق به ولأنه استفاده بسبب محظور وهو البيع فلا يخلو عن خبث فكان سبيله التصدق.

(بدائع الصنائع ٥/٨١، ط:سعيد)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله: ويتصدق بجلدها) وكذا بجلالها وقلائدها فإنه يستحب إذا أوجب بقرة أن يجللها ويقلدها وإذا ذبحها تصدق بذلک كما في التاترخانية. (الشاميه ٦/٣٢٨، ط:سعيد)

وقال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ : باب التصدق بلحوم الاضاحی وجلودها واجلتها وان لایعطی منها شیء للجزار. اقول: اما الامر بالتصدق بالاشیاء المذکورة فمحمول علی الندب لان الشارع اباح انتفاع المالک باللحوم والجلود فالاجلة اولی ـــ واما اعطاء الجزار منها، فلایجوز لانه فی معنی البیع ـــ وهو غیر جائز بلا نیة التصدق، فافهم.

(اعلاء السنن ١٧/ ٢٦٠،ط:ادارة القرآن)

(٨) رات کے وقت ذبح کرنا، یہ کراہیت صرف فعل میں ہے قربانی بلاکراہیت ادا ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ : (وکره)تنزیها(الذبح لیلا) لاحتمال الغلط.

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ :(قوله: تنزیها) بحث من المصنف حیث قال: قلت:الظاهر أن هذه الکراهة للتنزیه ومرجعها إلی خلاف الأولی إذ احتمال الغط لا یصلح دلیلا علی کراهة التحریم اهـ أقول: وهو مصرح به فی ذبائح البدائع.(الشامیة ٦/ ٣٢٠،ط:سعید)

ومثله فی اعلاء السنن ١٧/ ٢٧٥،ط:ادارة القرآن.

متفرق مسائل

مسئلہ : جانور کے ذبح کرنے میں چار رگیں کاٹی جاتی ہیں۔

(الف) ''حلقوم''یعنی سانس کی نالی جس کو''نرخرہ'' کہتے ہیں۔

(ب) ''مری''یعنی کھانے پینے کی نالی۔

(ج،د) ودجین یعنی شہ رگ جوحلقوم ومری کے دائیں بائیں ہوتی ہیں اگر ذبح کے وقت یہ چاروں نہ کٹ سکیں تو حلال ہونے کے لیےان میں سے تین کا کٹ جانا بھی کافی ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ : (و) ذکاة (الاختیار ذبح بین الحلق واللبة) بالفتح المنحر من الصدر(وعروقه الحلقوم) کله وسطه أو أعلاه أو أسفله وهو مجری النفس علی الصحیح(والمرئ) هو مجری الطعام والشراب (والودجان) مجری الدم (وحل) المذبوح (بقطع أی

ثلاث منها) إذ للأکثر حکم الکل.(الشامیة ٦/ ٢٩٤،٢٩٥،ط:سعید)

مسئلہ :'' ذبح فوق العقدہ'' کی صورت میں چونکہ یہ رگیں کٹ جاتی ہیں اس لیے جانور حلال ہے۔(ماخوذ از امداد الفتاویٰ ٣/ ٥٣٩،ط: مکتبہ دار العلوم)

مسئلہ : حلال جانور کے درج ذیل اجزاء حرام ہیں :

(١) بہتا خون (٢) ذکر (٣) مادہ کا فرج

(٤) مثانہ (٥) غدود (٦) خصیے

(٧) پتہ (٨) حرام مغز

مسئلہ : اوجھڑی کھانا جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ : تتمة: ما یحرم أکله من أجزاء الحیوان المأکول سبعة الدم المفسوح والذکر والأنثیان والقبل والغدة والمثانة والمرار. بدائع.(الشامیة ٦/ ٣١١،ط:سعید)

قال العلامة الطحطاوی رحمه الله تعالیٰ :وزید نخاع الصلب.

(حاشیة الطحطاوی علی الدر ٤/ ٣٦٠،ط:المکتبة العربیه)

مسئلہ : قربانی کے جانور کے دودھ،اون اور گوبر سے نفع اٹھانا درج ذیل صورتوں میں جائز ہے:

(١) جانور گھر کا پالتو ہو۔(٢) جانور خریدا ہومگر خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ ہو۔

(٣) قربانی کی نیت سے خریدا ہومگر اس کی گزر باہر چرنے پر نہ ہو، بلکہ مالک اس کو اپنا چارہ کھلاتا ہو۔(احسن الفتاویٰ ٧/ ٤٧٨،ط:سعید)

مسئلہ : کسی نے دوسرے کے جانور کو انجانے میں ذبح کر دیا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(١) اگر مالک نے ذبح شدہ جانور لے لیا اور تاوان وصول نہ کیا تو مالک کی طرف سے قربانی ہوجائے گی۔

(٢) اگر مالک نے ذبح شدہ جانور نہ لیا بلکہ تاوان وصول کیا تو اس صورت میں مالک

کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی بلکہ ذبح کرنے والے کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ : قلت فى أوائل القاعدة الأولى من الأشباه لو شراها بنية الأضحية فذبحها غيره بلا إذنه فإن أخذها مذبوحة ولم يضمنه أجزأته وإن ضمنه لا تجزئه وهذا إذا ذبحها عن نفسه أما إذا ذبحها عن مالكها فلا ضمان عليه اهـ فراجعه. (الشامية ۶/۳۳۰،ط:سعيد)

مسئلہ : اگر کسی بکری کے دو تھنوں میں سے ایک بڑا ہوا اور دوسرا چھوٹا ہو لیکن دودھ دونوں میں سے اترتا ہو تو ایسی بکری کی قربانی جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وفى الظهيرية : ولاباس بالجداء وهى صغيرة الاطباء، جمع طبى وهو الضرع.

(الشامية ۶/۳۲۴،ط:سعيد)

مسئلہ : ایک آدمی نے دو بکرے خریدے، ایک متعین اپنی واجب قربانی کے لیے، اور دوسری متعین بکری جناب نبی کریم ﷺ کے لیے، پھر واجب قربانی مرگئی تو اگر اس شخص کو دوسری واجب قربانی کی وسعت نہیں تو اس نفل قربانی کو واجب قربانی کی طرف سے کرسکتا ہے۔

قال شمس الائمة السرخسى رحمه الله تعالىٰ : فاما اذا كان معسرا اجزأه لأنه لا واجب فى ذمته بل يثبت الحق فى العين فيتأدى بالعين على اى صفة كانت وذلك مروى عن على رضي الله عنه وكذلك لو ماتت عنده او سرقت فعليه بدلها ان كان موسرا ولا شىء عليه ان كان معسرا وعلى هذا قالوا المعسر اذا ضلت اضحيته فاشترى اخرى ثم وجد الاولى فله ان يضحى بايهما شاء وان كان معسرا فاشتراها و اوجبها فضلت ثم اشترى اخرى فاوجبها ثم وجد الاولى فعليه ان يضحى بهما لان الوجوب فى العين بايجابه وقد وجد ذلك فى الثانية كالاولى. (المبسوط ۱۲/۱۱،ط:رشيديه)

گوشت اور چرم (کھال) کے مسائل

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ عام مساکین کے لیے دوسرا حصہ اعزہ واقارب کے لیے اور تیسرا اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے، البتہ اگر سارا گوشت خود رکھنا چاہے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت ذمی کافر کو بھی دے سکتے ہیں۔

فى الهندية : ويستحب أن يأكل من أضحيته ويطعم منها غيره والأفضل أن يتصدق بالثلث ويتخذ الثلث ضيافة لأقاربه وأصدقائه ويدخر الثلث ويطعم الغنى والفقير جميعا كذا فى البدائع ويهب منها ما شاء للغنى والفقير والمسلم والذمى كذا فى الغياثية ولو تصدق بالكل جاز ولو حبس الكل لنفسه جاز وله أن يدخر الكل لنفسه فوق ثلاثة أيام إلا أن إطعامها والتصدق بها أفضل إلا أن يكون الرجل ذا عيال وغير موسع الحال فإن الأفضل له حينئذ أن يدعه لعياله ويوسع عليهم به كذا فى البدائع.

(الهنديه ۵/۳۰۰،ط:رشيديه)

مسئلہ : قصاب کی اجرت میں اور زکوۃ میں گوشت وغیرہ کا کوئی جزء دینا جائز نہیں۔

عن ابن جريج قال: أخبرنى الحسن بن مسلم وعبد الكريم الجزرى أن مجاهدا أخبرهما أن عبد الرحمن بن أبى ليلى أخبره أن عليا رضى الله عنه أخبره: أن النبى صلى الله عليه وسلم أمره أن يقوم على بدنه وأن يقسم بدنه كلها لحومها وجلودها وجلالها ولا يعطى فى جزارتها شيئًا.

(صحيح البخارى ۱/۲۳۲،ط:قديمى)

عن على قال: أمرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أقوم على بدنه وأن أتصدق بلحمها وجلودها وأجلتها وأن لا أعطى الجزار منها قال: نحن نعطيه من عندنا. (الصحيح لمسلم ۱/۴۲۳،ط:قديمى)

فى الهندية : ولا يحل بيع شحمها وأطرافها ورأسها وصوفها ووبرها وشعرها ولبنها الذى يحلبه منها بعد ذبحها بشىء لا يمكن الانتفاع به إلا باستهلاك عينه من الدراهم والدنانير والمأكولات والمشروبات ولا أن

يعطى أجر الجزار والذابح منها.(الهندية ٥/ ٣٠١،ط:رشيديه)

مسئلہ : اپنی قربانی کا گوشت بیچنا جائز نہیں، اگر بیچ دیا تو اس رقم کا استعمال حرام ہے، ساری رقم کسی مسکین کو دینا ضروری ہے۔ البتہ کسی کو اگر کسی اور نے اپنی قربانی کا گوشت دیا ہے اور اِس نے وہ گوشت بیچ دیا تو اس کے لیے بیچنا اور اس رقم کا استعمال کرنا جائز ہے۔

(احسن الفتاوی ٧/ ٤٨٦، ط:سعید)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله فإن بيع اللحم أو الجلد به إلخ) أفاد أنه ليس له بيعهما بمستهلك وأن له بيع الجلد بما تبقى عينه وسكت عن بيع اللحم به للخلاف فيه. ففى الخلاصة وغيرها لو أراد بيع اللحم ليتصدق بثمنه ليس له ذلك وليس له فيه إلا أن يطعم أو يأكل اهـ والصحيح كما فى الهداية وشروحها أنهما سواء فى جواز بيعهما بما ينتفع بعينه دون ما يستهلك وأيده فى الكفاية بما روى ابن سماعة عن محمد لو اشترى باللحم ثوبا فلا بأس بلبسه اهـ (الشامية ٦/ ٣٢٨،ط:سعيد)

مسئلہ : اگر نوکر یا ملازم کا کھانا اس کی تنخواہ کا حصہ ہو یعنی اس کا کھانا بھی تنخواہ میں شمار کیا جاتا ہو تو ایسے ملازم یا نوکر کو قربانی کا گوشت کھانے میں دینا جائز نہیں، البتہ اگر یہ صورت اختیار کی جائے کہ اس کو ان دنوں کے کھانے کی قیمت دیدے تو پھر کھلانا جائز ہوگا۔ البتہ جن کا کھانا اجرت اور تنخواہ کا حصہ نہیں اس کو کھلانا جائز ہے۔

احسن الفتاویٰ میں ہے:

..........صحیح دلیل یہ ہے کہ کھانا نوکر کی اجرت کا جزء ہے اور قربانی کا گوشت اجرت میں دینا جائز نہیں۔ نوکر کو گوشت کھلانے کا حیلہ یہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ اس کو ان دنوں کے کھانے کی قیمت دے دی جائے۔ (احسن الفتاویٰ ٧/ ٤٩٤، ط:سعید)

مسئلہ : میت کی وصیت پر تہائی مال سے قربانی کی تو پورا گوشت پوست، مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله وعن ميت)أى لو ضحى عن ميت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بها وعدم الأكل منها.

(الشاميه ٦/ ٣٣٥،ط:سعيد)

مسئلہ : شرکاء پر واجب ہے کہ قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کریں، اندازہ سے تقسیم کرنا جائز نہیں، البتہ اگر سری یا پائے، کلے یا کھال کے ٹکڑے کر کے ہر حصہ پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا تو وزن کرنا ضروری نہیں اندازہ سے بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔

اگر بعض شرکاء کو صرف پائے اور بعض کو صرف کلیجی اور بعض کو صرف سری کی طلب ہو تو اس کی تقسیم کی صورت یہ ہے کہ کلیجی کے حصے طلب گاروں کی مقدار پر بنائے جائیں اور پائے کے حصے ان کے طلب گاروں کی مقدار کے موافق بنائے جائیں، اسی طرح سری۔ پھر گوشت کے (تول کر یا اندازے سے) بنائے گئے سات حصوں کے ساتھ پائے وغیرہ میں سے ایک ایک حصہ رکھ کر اب سات افراد میں ان کی طلب کے موافق تقسیم کر دیں۔

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ :ويقسم اللحم وزنا لا جزافا إلا إذا ضم معه من الأكارع أو الجلد) صرفا للجنس لخلاف جنسه.

(الشامية ٦/ ٣١٧،٣١٨،ط:سعيد)

مسئلہ : اگر تمام شرکاء ایک گھر کے افراد ہوں جن کا کھانا پینا مشترک ہو تو پھر گوشت کی تقسیم ضروری نہیں۔

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ :ويقسم اللحم وزنا لا جزافا.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله ويقسم اللحم) انظر هل هذه القسمة متعينة أو لا حتى لو اشترى لنفسه ولزوجته وأولاده الكبار بدنة ولم يقسموها تجزيهم أو لا والظاهر أنها لا تشترط لأن المقصود منها الإراقة وقد حصلت وفى فتاوى الخلاصة و الفيض تعليق القسمة على إرادتهم وهو يؤيد ما سبق غير أنه إذا كان فيهم فقير والباقى أغنياء يتعين عليه أخذ نصيبه ليتصدق به اهـ ط. وحاصله أن المراد بيان شرط القسمة إن فعلت لا أنها شرط لكن فى استثنائيه الفقير نظر إذ لا يتعين عليه التصدق كما يأتى، نعم الناذر يتعين عليه فافهم.(الشامية ٦/ ٣١٧،ط:سعيد)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

اس صورت میں تقسیم ضروری نہیں کیونکہ یہ اباحت ہے، تملیک وتملک کے معنی اس میں نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ٧/ ٥٠٠، ط:سعید)

مسئلہ : اگر تمام شرکاء باہمی رضامندی سے تقسیم سے پہلے مشترک طور پر سارا گوشت یا اس کا کوئی حصہ صدقہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔(احسن الفتاویٰ ۷/ ۵۰۷، ط:سعید)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله ويقسم اللحم) انظر هل هذه القسمة متعينة أو لا حتى لو اشترى لنفسه ولزوجته وأولاده الكبار بدنة ولم يقسموها تجزيهم أو لا والظاهر أنها لا تشترط لأن المقصود منها الإراقة وقد حصلت.(الشامية ٦/ ٣١٧،ط:سعيد)

مسئلہ : قربانی کی کھال میں مالک کو اختیار ہے، چاہے صدقہ کر دے یعنی کسی مسکین یا مالدار کو دے دے یا اپنے استعمال میں لے آئے یعنی اس سے مصلّٰی، مشکیزہ، ڈول، دسترخوان، جوتے، موزے وغیرہ بنائے یا اس کے عوض ایسی چیز خریدے جسے استعمال کے لیے خرچ نہیں کرنا پڑتا بلکہ باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہو مثلاً کتاب، قلم، کپڑا، برتن وغیرہ، خریدنے کے بعد یہ چیزیں بھی بحکم گوشت وکھال کے ہو جاتی ہیں، چاہے خود استعمال کرے چاہے بیچ کر اس کی رقم مساکین پر صدقہ کر دے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ :(ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب) وقربة وسفرة ودلو (أو يبدله بما ينتفع به باقيا) كما مر (لا بمستهلك كخل ولحم) ونحوه كدراهم (فإن بيع اللحم أو الجلد به) أي بمستهلك (أو بدراهم تصدق بثمنه).

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله بما ينتفع به باقيا) لقيامه مقام المبدل فكأن الجلد قائم معنى بخلاف المستهلك. ....(قوله فإن بيع اللحم أو الجلد به إلخ) أفاد أنه ليس له بيعهما بمستهلك وأن له بيع الجلد بما تبقى عينه.(الشامية ٦/ ٣٢٨،ط:سعيد)

ومثله في اعلاء السنن ١٧/ ٢٥٩، ط:ادارة القرآن

مسئلہ : گوشت کی طرح کھال میں بھی سب شرکاء شریک ہوتے ہیں لہٰذا دوسروں کے حصے ان کی رضامندی سے خود رکھے یا کسی کو دے۔

في البزازية : وذكر بكر رحمه الله تعالىٰ ان الجلد كاللحم ليس له بيعه والتصدق بثمنه.(البزازية على هامش الهنديه ٦/ ٢٩٤،:رشيديه)

مسئلہ : کھال اتارنے میں بے احتیاطی کی وجہ سے کھال میں سوراخ کر کے اسے بے کار اور کم قیمت بنانا جائز نہیں۔

کفایت المفتی میں ہے:

اصل حکم کے لحاظ سے حصہ دار چمڑے کو کاٹ کر بھی لے سکتے ہیں، لیکن کاٹنے سے چمڑے کی قیمت کم ہو جاتی ہے اور خود چمڑے کو کام میں لانا مقصود نہ ہو تو اس صورت میں کاٹنے سے فقراء کا نقصان متصور ہے، لہٰذا کاٹ کر تقسیم نہیں کرنا چاہیے۔

(کفایت المفتی ۸/ ۲۲۱، ط: دارالاشاعت)

مسئلہ : کھال اتارنے سے پہلے کھال بیچنا جائز نہیں۔

في الهندية :ولو باع الجلد والكرش قبل الذبح لا يجوز فإن ذبح بعد ذلك ونزع الجلد والكرش وسلم لا ينقلب العقد جائزا كذا في الذخيرة.

(الهندية ٣/ ١٢٩، ط:رشيديه)

مسئلہ : زکوة، صدقہ فطر اور قربانی کی کھال کی رقم مسجد، مدرسہ، شفاخانہ یا کسی بھی قسم کے رفاہی ادارے کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں کیونکہ ان تمام چیزوں کا فقیر کی ملکیت میں دینا ضروری ہے اور یہاں تملیکِ فقیر نہیں پائی جاتی۔ البتہ مدرسہ میں پڑھنے والے مستحقین زکوٰۃ طلبہ کے طعام وغیرہ پر خرچ کی جا سکتی ہے۔(احسن الفتاویٰ، ۷/ ۴۹۵)

في الهندية : ولا يجوز أن يبني بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه.(الهندية ١/ ١٨٨، ط:رشيديه)

مسئلہ : کھال کے بہترین مصارف یہ ہیں۔

(الف) رشتہ دار نیک مسکین (ب) مجاہدین اسلام (د) دینی مدارس کے طلبہ

في الهندية : الباب السابع في المصارف:منها الفقير وهو من له أدنى شيء وهو ما دون النصاب أو قدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة فلا يخرجه عن الفقير ملك نصب كثيرة غير نامية إذا كانت مستغرقة بالحاجة كذا في فتح القدير، التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق

على الجاهل كذا في الزاهدى. (الهندية ١/١٨٧، ط: رشيديه)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مدارس اسلامیہ کے غریب ونادار طلبہ ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور احیائے علم دین کی خدمت بھی۔ (جواہر الفقہ ۶/۲۷۴، ط: مکتبہ دار العلوم)

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

''مدارس اسلامیہ کے غریب اورنادار طلباء ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے، احیاء دین کی خدمت بھی''۔ (جواہر الفقہ ۶/۲۷۴)

عیدالاضحیٰ کے دن مسنون ومستحب اعمال

(۱) صبح سویرے اٹھنا۔

(۲) غسل کرنا۔

(۳) حسبِ استطاعت عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننا۔

(۴) مسواک کرنا اور خوشبو لگانا۔

(۵) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا، بلا عذر شہر کی مسجد میں نہ پڑھنا، بارش وغیرہ اعذار کی بنا پر مسجد میں بھی پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

(۶) عیدگاہ میں سویرے جانا۔

(۷) پیدل جانا۔

(۸) جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔

(۹) تکبیرِ تشریق پڑھتے ہوئے آنا اور جانا۔

(۱۰) عیدالاضحیٰ کی نماز میں جلدی کرنا بخلافِ عیدالفطر۔

في الهندية: ويستحب يوم الفطر للرجل الاغتسال والسواك ولبس أحسن ثيابه كذا في القنية جديدا كان أو غسيلا كذا في محيط السرخسي

ويستحب التختم والتطيب والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار وهو المسارعة إلى المصلى .... وصلاة الغداة في مسجد حيه والخروج إلى المصلى ماشيا والرجوع في طريق آخر كذا في القنية ولا بأس بالركوب في الجمعة والعيدين والمشي أفضل في حق من يقدر عليه كذا في الظهيرية ....والاضحى كالفطر فيها إلا أنه يترك الأكل حتى يصلي العيد كذا في القنية وفي الكبرى الأكل قبل الصلاة يوم الأضحى هل هو مكروه فيه روايتان والمختار أنه لا يكره لكن يستحب له أن لا يفعل كذا في التتارخانية ويستحب أن يكون أول تناولهم من لحوم الأضاحي التي هي ضيافة الله كذا في العيني شرح الهداية .... ويكبر في الطريق في الأضحى جهرا يقطعه إذا انتهى إلى المصلى وهو المأخوذ به وفي الفطر المختار من مذهبه أنه لا يجهر وهو المأخوذ به كذا في الغياثية أما سرا فمستحب كذا في الجوهرة النيرة .... والأفضل أن يعجل الأضحى ويؤخر الفطر كذا في الخلاصة. (الهندية ١/١٤٩، ١٥٠، ط: رشيديه)

عیدین کی نماز اور متفرق مسائل

نماز کا طریقہ: نیت کر کے ہاتھ باندھ لیں اور ثناء پڑھ کر قرأۃ شروع کرنے سے پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور ہر مرتبہ مثل تکبیر اول کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور بعد تکبیر کے ہاتھ لٹکا دیں اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر تک وقفہ کریں کہ تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی کہہ سکیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائیں بلکہ باندھ لیں اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ کر حسبِ دستور رکوع، سجدہ کر کے کھڑے ہو جائیں اور دوسری رکعت میں پہلے کی طرح سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لیں اور اس کے بعد تین تکبیریں پہلی رکعت کی طرح کہیں لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھیں بلکہ لٹکائے رکھیں اور تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں۔

عن مسروق قال: كان عبد الله يعلمنا التكبير في العيدين تسع

تکبیرات: خمس فی الأولی وأربع فی الآخرة ویوالی بین القرائتین.

عن ابن عباس قال: لما کان لیلة العید أرسل الولید بن عقبة إلی ابن مسعود وأبی مسعود وحذیفة والأشعری فقال لهم: إن العید غدا فکیف التکبیر فقال عبد الله: یقوم فیکبر أربع تکبیرات ویقرأ بفاتحة الکتاب وسورة من المفصل لیس من طوالها ولا من قصارها ثم یرکع ثم یقوم فیقرأ فإذا فرغ من القرائة کبر أربع تکبیرات ثم یرکع بالرابعة.

(مصنف ابن ابی شیبة ۱/۴۹۴،ط:مکتبة الرشد)

فی الهندیة : ویصلی الإمام رکعتین فیکبر تکبیرة الافتتاح ثم یستفتح ثم یکبر ثلاثا ثم یقرأ جهرا ثم یکبر تکبیرة الرکوع فإذا قام إلی الثانیة قرأ ثم کبر ثلاثا ورکع بالرابعة فتکون التکبیرات الزوائد ستا ثلاثا فی الأولی وثلاثا فی الأخری وثلاث أصلیات تکبیرة الافتتاح وتکبیرتان للرکوع فیکبر فی الرکعتین تسع تکبیرات ویوالی بین القرائتین وهذه روایة ابن مسعود بها أخذ أصحابنا کذا فی محیط السرخسی ویرفع یدیه فی الزوائد ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلاث تسبیحات کذا فی التبیین وبه أفتی مشایخنا کذا فی الغیاثیة ویرسل الیدین بین التکبیرتین ولا یضع هکذا فی الظهیریة ثم یخطب بعد الصلاة خطبتین کذا فی الجوهرة النیرة ویجلس بینهما جلسة خفیفة کذا فی فتاوی قاضی خان.(الهندیة ۱/۱۵۰،ط:رشیدیه)

مسئلہ : نماز کے بعد امام دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے۔

عن جابر قال: خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم فطر أو أضحی فخطب قائما ثم قعد قعدة ثم قام.(سنن ابن ماجة ص: ۹۱،ط:قدیمی)

کذا فی صحیح البخاری ۱/۱۳۱،والصحیح لمسلم ۱/۲۸۹،ط:قدیمی)

مسئلہ : عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو بھی دونوں نمازیں پڑھی جائیں گی، نیز دونوں میں سبح اسم ربک الاعلی اور هل اتک حدیث الغاشیة پڑھنا افضل ہے۔

عن النعمان بن بشیر قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ فی العیدین وفی الجمعة بسبح اسم ربک الأعلی وهل أتاک حدیث الغاشیة

قال: وإذا اجتمع العید والجمعة فی یوم واحد یقرأ بهما أیضا فی الصلاتین.

(مسلم ۱/۲۸۸،ط:قدیمی)

مسئلہ : جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے نماز سے پہلے بھی اور بعد میں بھی، ہاں بعد نماز عید کے گھر میں آ کر نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور نماز عید سے پہلے گھر اور عیدگاہ دونوں میں مکروہ ہے۔

وقال أبو المعلی: سمعت سعیدا عن ابن عباس: کره الصلاة قبل العید............ عن ابن عباس: أن النبی صلی الله علیه وسلم صلی یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلها ولا بعدها ثم أتی النساء ومعه بلال فأمرهن بالصدقة فجعلن یلقین تلقی المرأة خرصها وسخابها.

(صحیح البخاری ۱/۱۳۵،ط:قدیمی)

(کذا فی الصحیح لمسلم ۱/۲۹۱،،ط:قدیمی وابن ماجه ۹۲،ط: قدیمی)

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ :(قوله وکذا لا یتنفل الخ) لما فی کتب الستة عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما أنه خرج فصلی بهم العید لم یصل قبلها ولا بعدها وهذا النفی بعدها محمول علیه فی المصلی لما روی ابن ماجه عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه کان رسول الله لا یصلی قبل العید فإذا رجع إلی منزله صلی رکعتین کذا فی فتح القدیر.

(الشامیة ۲/۱۷۰، ۱۷۱،ط:سعید)

مسئلہ : اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آ کر شریک ہوا کہ امام تکبیروں سے فارغ ہو چکا تھا تو اگر قیام میں آ کر شریک ہوا ہے تو فوراً نیت باندھنے کے بعد تین زائد تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام قرأة شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں آ کر شریک ہوا ہے تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں سے فراغت کے بعد امام رکوع میں مل جائے گا تو زائد تکبیریں کہہ کر رکوع میں جائے اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہے تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالتِ رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر حالتِ رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر قبل اس کے کہ پوری تکبیریں کہہ چکے امام رکوع سے سر اٹھا لے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ اس سے معاف ہیں۔

فی الهندية : ولو انتهى رجل إلى الإمام في الركوع في العيدين فإنه يكبر للافتتاح قائما فإن أمكنه أن يأتي بالتكبيرات ويدرك الركوع فعل ويكبر على رأى نفسه وإن لم يمكنه ركع واشتغل بالتكبيرات عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى هكذا في السراج الوهاج ولا يرفع يديه إذا أتى بتكبيرات العيد في الركوع كذا في الكافي ولو رفع الإمام رأسه بعدما أدى بعض التكبيرات فإنه يرفع رأسه ويتابع الإمام وتسقط عنه التكبيرات الباقية كذا في السراج الوهاج. (الهندية ۱/۱۵۱، ط:رشيديه)

مسئلہ : اگرکسی کی ایک رکعت عید کی نماز میں گزر جائے تو جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأۃ کرے اس کے بعد تکبیر کہے اگر چہ قاعدہ کے موافق پہلے زائد تکبیریں کہنی چاہیے تھیں لیکن چونکہ اس طریقے سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے در پے ہو جاتی ہیں اور یہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا مذہب نہیں ہے اس لیے اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (ولو أدرك) المؤتم (الإمام في القيام) بعد ما كبر (كبر) في الحال برأى نفسه لأنه مسبوق ولو سبق بركعة يقرأ ثم يكبر لئلا يتوالى التكبير.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله لئلا يتوالى التكبير) أى لأنه إذا كبر قبل القراءة وقد كبر مع الإمام بعد القراءة لزم توالى التكبيرات في الركعتين، قال في البحر ولم يقل به أحد من الصحابة، ولو بدأ بالقراءة يصير فعله موافقا لقول على رضي الله عنه فكان أولى كذا في المحيط.

(الشامية ۲/۱۷۴، ط:سعيد)

مسئلہ : اگر امام زائد تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہیے کہ حالت رکوع میں زائد تکبیریں کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن ہر حال میں بوجہ کثرت ازدحام کے سجدہ سہو نہ کرے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : لو ركع الإمام قبل أن يكبر فإن الإمام يكبر في الركوع ولا يعود إلى القيام ليكبر) في ظاهر الرواية فلو عاد ينبغي الفساد.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله فلو عاد ينبغي الفساد) تبع فيه صاحب النهر وقد علمت أن العود رواية النوادر على أنه يقال عليه ما قاله ابن الهمام في ترجيح القول بعدم الفساد فيما لو عاد إلى القعود الأول بعد ما استتم قائما بأن فيه رفض لأجل الواجب وهو إن لم يحل فهو بالصحة لا يخل. (الشامية ۲/۱۷۴، ط:سعيد)

في الهندية : السهو في الجمعة والعيدين والمكتوبة والتطوع واحد إلا أن مشايخنا قالوا لا يسجد للسهو في العيدين والجمعة لئلا يقع الناس في فتنة كذا في المضمرات ناقلا عن المحيط. (الهندية ۱/۱۲۸، ط:رشيديه)

مسئلہ : عید کی نماز کے لیے اذان واقامت نہیں۔

وعن جابر بن سمرة قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم العيدين غير مرة ولا مرتين بغير أذان ولا إقامة. رواه مسلم.

(مشكوٰة ۱۲۵، ط:قديمی)

نمازِ عید اور زائد تکبیریں

نمازِ عید میں زائد تکبیریں صرف چھ ہیں، تین پہلی رکعت میں قرأۃ سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں قرأۃ کے بعد۔

دلیل نمبرا: قاسم ابوعبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو عید کی نماز پڑھائی تو (بشمول تکبیرِ رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ جنازے کی تکبیروں کی طرح ہیں اسے نہ بھولو اور انگوٹھا بند کر کے چار انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

حدثني الوضين بن عطاء أن القاسم أبا عبد الرحمن حدثه ، قال: حدثني بعض أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلى بنا النبي صلى الله عليه وسلم يوم عيد ، فكبر أربعا وأربعا ثم أقبل علينا بوجهه حين انصرف، قال: لا تنسوا ، كتكبير الجنائز ، وأشار بأصابعه ، وقبض إبهامه.

(شرح معاني الآثار ۲/۳۷۱، ط:حقانيه)

تنبیہ : یہ حدیث مقبول اور صالح للاحتجاج ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو نقل کر کے

فرماتے ہیں:فھذاحدیث حسن الاسناد وعبد الله ابن یوسف ویحیی بن حمزة والوضین والقاسم کلھم اھل روایة معروفون بصحة الروایة.

(شرح معانی الآثار ۲/۱۷۳،ط:حقانیہ)

دلیل نمبر۲: حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے بھی رسول اللہ ﷺ کی نماز کا یہی طریقہ روایت کیا ہے۔

وعن سعيد بن العاص قال: سألت أبا موسى وحذيفة: كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في الأضحى والفطر فقال أبو موسى: كان يكبر أربعا تكبيره على الجنازه. فقال حذيفة: صدق. رواه أبو داود

(مشکوة ۱۲۶،ط:قدیمی)

(کذا فی مسند احمد ۴/۴۱۶،ابو داؤد ۱/۱۶۳،طحاوی ۲/۳۴۹)

دلیل نمبر۳: اجماعِ صحابہ ؓ : خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں نمازِ جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کو رفع کرنے کے لیے صحابہ کرام ؓ نے خلیفہ راشد کی سرپرستی میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ تکبیراتِ جنازہ تعداد میں تکبیراتِ عیدین کی طرح ہوں گی یعنی جس طرح عیدین میں (بشمول تکبیرِ رکوع) ایک رکعت میں چار تکبیریں ہیں اسی طرح جنازے میں بھی چار تکبیریں ہوں گی۔

قال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ :ثم قد روى عن أكثر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى صلاتهم على جنائزهم ، أنهم كبروا فيها أربعا فمما روى عنهم فى ذلك ما حدثنا أبو بكرة ، قال: ثنا مؤمل ، قال: ثنا سفيان ، عن عامر بن شقيق عن أبى وائل ،: أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه ، جمع أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فسألهم عن التكبير على الجنازة ، فأخبر كل واحد منهم بما رأى ، وبما سمع ، فجمعهم عمر رضى الله عنه على أربع تكبيرات كأطول الصلوات ، صلاة الظهر.

(شرح معانی الآثار ۱/۳۱۹،ط:حقانیہ)

سندِ اجماع: اس اجماعِ صحابہ کی سند کے تمام راوی ثقہ اور مقبول ہیں۔

(۱) فھد کان ثقة. (حاشیہ شرح معانی الآثار ۱/۱۱،ط:حقانیہ)

(۲) علی بن معبد فکبیر ثقة. (میزان الاعتدال ۳/۱۵۴،ط:دارالفکر)

(۳) عبید الله بن عمرو ثقة فقیه. (حاشیہ شرح معانی الآثار ۱/۱۳۹)

(۴) زید بن ابی انیسة ثقة. (حاشیۃ الطحاوی ۱/۱۰۱)

(۵) حماد و ابراهیم اظهر من الشمس(کمالا یخفی علی من له المعرفة بالرجال)

دلیل نمبر۴: حضرت ابن مسعود ؓ نے سعید ابن العاص ؓ کے سوال کے جواب میں حضرت حذیفہ و ابوموسیٰ اشعری ؓ کی موجودگی میں فرمایا کہ (نمازِ عید کا طریقہ یہ ہے کہ) چار تکبیریں (بشمول تکبیرِ تحریم) کہہ کر قرأۃ کریں پھر تکبیر اور رکوع کریں، دوسری رکعت میں قرأۃ کے بعد (بشمول تکبیرِ رکوع) چار تکبیریں کہیں۔

قال النیموی رحمه الله تعالیٰ اسناده صحیح. (آثار السنن ۲۸۰،ط:رحمانیہ)

سوال : ان احادیث کے خلاف جن حدیثوں میں بارہ زائد تکبیرات کا ذکر ہے ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب : محدثین حضرات ان کے دو جواب دیتے ہیں۔

(۱) یہ ان روایات کے مقابلے میں کمزور ہیں جن میں صرف چھ زائد تکبیروں کا ذکر ہے۔

محدثِ کبیر امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ چھ زائد تکبیروں کی روایات کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

کلھم اھل روایة معروفون بصحة الروایة لیس کمن روینا عنه الآثار الاول فان کان ھذا الباب من طریق صحة الاسناد یؤخذ فان ھذا اولیٰ ان یؤخذبه. (شرح معانی الآثار ۲/۱۷۳،ط:حقانیہ)

(۲) بارہ زائد تکبیروں والی روایات منسوخ ہیں، دلیلِ نسخ یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ پر صحابہ کرام ؓ کا اتفاق ہو جائے تو اس کے خلاف احادیث منسوخ سمجھی جاتی ہیں اگر چہ ان کے نقل کرنے والے بھی خود یہی صحابہ کرام ہی ہوں جیسے جنازہ میں چار تکبیروں کی تعیین اور حدِ خمر میں توقیت اور ترکِ بیع امہات اولاد، ان حضرات کے اتفاق و اجماع سے ثابت ہے اور روایاتِ مختلفہ منسوخ ہیں۔

قال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ: وما فعلوا من ذلک واجمعوا علیه بعد النبی ﷺ فھو ناسخ لما قد کان فعله النبی ﷺ. (شرح معانی الاثار ۱/۳۱۹،ط:حقانیہ)

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو آپ ﷺ اور رضی اللہ عنهم و رضو عنه کا خطاب پانے والے نفوسِ مطہرہ کی پیروی کی توفیق عطاء فرمائیں۔

سوالاتِ منتظرہ: جو لوگ نہ مجتہد ہیں اور نہ ہی کسی مجمع علیہ مجتہد کے مقلد بلکہ آوارہ اور لامذہب ہیں ان سے صرف تین سوال:

(۱) نمازِ عید کی زائد تکبیروں میں رفعِ یدین فرض ہے یا سنت؟ جواب صحیح، صریح، غیر معارض، مرفوع حدیث سے دینا آپ کا فرضِ منصبی ہے، تکبیراتِ نماز پر قیاس کر کے شیطان بننے کی ضرورت نہیں۔

(۲) نمازِ عید میں خواتین کا بلند آواز سے آمین نہ کہنا اور مردوں کا کہنا، یہ فرق اگر حدیث میں ہے تو بتائیں، استنباط اور قیاس کی اجازت نہیں۔

(۳) عید میں اشتہارات اور دیگر ذرائع ابلاغ سے خواتین کو نہایت اہتمام کے ساتھ عید گاہ میں لانا جبکہ پنج وقتہ فرض نمازوں میں یہ اہتمام نظر نہیں آتا، دونوں میں فرق جس حدیث سے ثابت ہے اس کا حوالہ ضروری ہے۔

﴿جانور کو خصی کرنے کا حکم﴾

جانور کو خصی کرنا جائز ہے (اس نیت سے کہ یہ سرکش نہ رہے اور اس کا گوشت لذیذ ہو جائے) اور اس کی قربانی بھی جائز بلکہ افضل ہے۔

محمد قال: اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال: لابأس باخصاء البهائم اذا كان يراد به صلاحها قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ. (كتاب الآثار صـ ۱۷۶، ط:ادارة القرآن)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں جبکہ مقصود اس سے یہ ہو کہ سرکش نہ رہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اس قول کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

(۱) متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خود خصی جانور کی قربانی کی ہے۔

ضحى رسول الله ﷺ يكبشين املحين موجوئين (خصيتين). (الحديث)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے دو سیاہ رنگ والے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

اس قسم کے مضمون کی احادیث درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں:

(۱) حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۵) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(مجمع الزوائد ۴/۱۸، ط: دار الفکر۔ طحاوی ۲/۲۷۶، ط: حقانیہ۔ ابن ماجہ ص: ۲۲۵، ط: قدیمی، مشکوٰۃ ص: ۱۲۷، ط: قدیمی)

فـــائـده : اگر جانور کا خصی کرنا ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ مجمع عام میں اس کی قربانی نہ کرتے، آپ ﷺ کا مجمع عام میں خصی جانور کی قربانی کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جانور کو خصی کرنا جائز ہے۔

قال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ : وقد رأينا رسول الله ﷺ ضحى بكبشين موجوئين وهما المضوضان خصا هما و المفعول به ذلک قد انقطع ان یکون له نسل فلو کان اخصاء هما مکروها اذا لما ضحی بهما رسول الله ﷺ لینتهی الناس عن ذلک فلا یفعلونه لانهم متی ماعلموا ان ما اخصی تجنب او تجافی احجموا عن ذلک فلا یفعلوه.

(شرح معانی الآثار ۲/۳۵۶،ط:حقانیه)

ترجمہ : امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی ....پس اگر ان کا خصی کرنا مکروہ اور ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ ان کی قربانی نہ کرتے تاکہ لوگ ان کے خصی کرنے سے منع ہو جائیں، اس لیے کہ جب لوگ جانتے کہ خصی کی قربانی سے بچنا ضروری ہے تو وہ پھر رک جاتے اور ایسا کام نہ کرتے۔

(۲) جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

قال لا بأس بخصآء الدواب.

(مصنف ابن ابی شیبه ۷/۵۷۵،،ط:دار الفکر سنن کبریٰ ۱۰/۲۵،ط:اداره تالیفات)

ترجمہ : جانوروں کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) عظیم القدر تابعی، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ : محمد قال :

اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم قال : لا بأس باخصآء البهائم.

(کتاب الآثار ص: ۱۷۶،ط:ادارة القرآن)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(٤) حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: حدثنا وکیع قال حدثنا مالک بن مغول

قال سألت عطاء عن خصاء الخيل، قال: ماخيف عضاضة و سوء خلقه فلا بأس به .

ترجمہ: مالک بن مغول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ سے گھوڑوں کے خصی کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ جس جانور کے کاٹنے اور سرکش ہونے کا ڈر ہو تو پھر اس کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۵۷۵،ط: دار الفکر طحاوی ۲/۳۵۶،ط: حقانیہ)

(۵) عمر ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم :

عن بشير قال : امرني عمر بن عبد العزيز رحمه الله تعالیٰ اخصی بغلاله فی خلافته. (سنن کبریٰ ۱۰/۲۵،ط:اداره تالیفات)

ترجمہ: حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دورِ خلافت میں اپنے خچر کے خصی کرنے کا حکم دیا۔

(٦) عظیم تابعی حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل :

عن ابن طاؤس عن ابيه انه اخصى جملا.

(مصنف عبد الرزاق ۴/۴۵۶،ط:ادارة القرآن طحاوی ۲/۵۶،ط:حقانیه)

ترجمہ : حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اونٹ کو خصی کیا تھا۔

(۷) جلیل الشان تابعی حضرت عروہ رحمہ اللہ کا عمل :

عن هشام عن عروة رحمه الله تعالیٰ عن ابيه انه اخصیٰ بغلاله.

(مصنف عبد الرزاق ۴/۴۵۶،ط:ادارة القرآن سنن کبری ،ط:اداره تالیفات طحاوی ۲/۵۶،ط:حقانیه)

ترجمہ : حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خچر کو خصی کیا۔

(۸) محدثِ عظیم ابوزکریا النووی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان :

قال النووی رحمه الله تعالیٰ : لايجوز خصاء حيوان لا يوكل فی صغره ولا فی كبره ويجوز اخصاء الماكول فی صغره لان فيه غرضا وهو طيب لحمه. (روح المعانی ۳/۱۵۰،ط:امدادیه)

ترجمہ: حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حیوان غیر ماکول اللحم کا خصی کرنا

جائز نہیں، چاہے چھوٹی عمر میں ہو یا بڑی عمر میں اور حیوان ماکول اللحم کا خصی کرنا چھوٹی عمر میں جائز ہے اس لیے کہ اس سے مقصود گوشت کا عمدہ ہونا ہے۔

(۹) امام تعبیر الرؤیا محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول :

عن ایوب عن ابن سیرین قال : لاباس بخصاء الخیل لو ترکت الفحول لا کل بعضها بعضاً.(مصنف ابن ابی شیبه ۷/۵۷۵،ط:دا الفکر سنن کبری ۱۰/۲۵،ط:اداره تالیفات)

ترجمہ : حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کے خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں، اگر نر جانور کو ویسے چھوڑ دیا جائے تو ایک دوسرے کو کھا جائیں گے۔

(۱۰) قال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ : ولا یشبه اخصاء البهائم اخصاء بنی آدم لان اخصاء البهائم انما یراد به ما ذکرنا من سمانتها وقطع عضها فذلک مباح و بنو آدم فانما یراد باخصائهم المعاصی فذلک غیر مباح.(طحاوی ۲/۳۵۶،ط:حقانیه)

ترجمہ : محدثِ عظیم امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کا خصی کرنا آدمیوں کے خصی کرنے کے مشابہ نہیں، بوجہ اس کے کہ مقصود جانوروں کے خصی کرنے سے انکا فربہ ہوجانا اور سرکش نہ رہنا ہے، لہٰذا جانور کا خصی کرنا جائز ہے اور آدمیوں کے خصی بنانے سے مقصود صرف معصیت ہوتی ہے اس وجہ سے ناجائز ہے۔

(۱۱) قال الامام البیهقی رحمه الله تعالیٰ : ویحتمل جواز ذلک اذا اتصل به غرض صحیح کما حکینا عن التابعین وروینا فی کتاب الضحایا تضحیة النبی ﷺ بکبشین موجوئین وذلک لما فیه من تطیب اللحم.
(سنن کبریٰ ۱۰/۲۵،ط:اداره تالیفات)

ترجمہ : امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے جبکہ اس سے غرض صحیح مطلوب ہو، جیسا کہ ہم نے جلیل القدر تابعین کے اقوال واعمال نقل کیے اور کتاب الضحایا میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی کیوں کہ اس سے جانور کا گوشت لذیذ ہوجاتا ہے۔

(۱) علامہ زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة الزیلعی رحمه الله تعالیٰ : وخصاء البهائم ای جاز لانه علیه الصلوٰة والسلام ضحی بکبشین املحین موجوئین والموجوء هو الخصی.(تبیین الحقائق ۶/۳۱،ط:امدادیه)

ترجمہ : جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے اس لیے کہ آپ ﷺ نے دو سیاہ سفید رنگ والے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

(۲) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ : وخصی البهائم یعنی یجوز لانه علیه الصلوٰة والسلام ضحی بکبشین املحین موجوئین والموجوء هو الخصی.(البحر الرائق ۸/۳۷۴،۳۷۵،ط:رشیدیه)

(۳) علامہ مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة المرغینانی رحمه الله تعالیٰ : ولا بأس بخصاء البهائم.
(هدایة مع فتح القدیر ۸/۴۹۷،ط:رشیدیه)

ترجمہ : جانوروں کی خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(۴) امام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال فی الخانیة : ولا بأس بخصاء البهائم.
(الخانیة علی هامش الهندیة ۳/۴۱۰،ط:رشیدیه)

ترجمہ : امام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(۵) علامہ ابن البزاز الکردری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال فی البزازیة : ولا بأس بخصاء البهائم.
(البزازیه علی هامش الهندیة ۶/۳۷۱،ط:رشیدیه)

ترجمہ : جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے۔

(٦) علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله وقيد وه) اى جواز خصاء البهائم بالمنفعة وهى ارادة سمنها ومنعها عن العض بخلاف بنى آدم فانه يراد به المعاصى فيحرم ، أفاده الاتقانى عن الطحاوى.

(الشامية ٦/٣٨٨،ط:سعيد)

(٧) مفتی شام علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ : وجاز خصاء البهائم حتى الهرة.(الدر مع الرد ٦/٣٨٨،ط:سعيد)

ترجمہ : جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے۔

سوال : کیا جانوروں کے خصی کرنے کی ممانعت میں کوئی صحیح حدیث آئی ہے؟

جواب : نہیں، کسی بھی صحیح حدیث میں اس کی ممانعت موجود نہیں۔

اعتراض ۱ : ’’مجمع الزوائد‘‘ میں تو سندِ صحیح سے یہ حدیث موجود ہے:

عن عبد الله بن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما ان رسول الله ﷺ نهى عن صبر ذى الروح وعن اخصاء البهائم نهيا شديداً.

(مجمع الزوائد ٥/٤٨٣،ط:دار الفكر)

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے کسی جانور کو باندھ کر تیر اندازی کرنے سے اور جانور کو خصی بنانے سے بڑی سختی سے منع فرمایا۔

جواب : اس حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان صرف ’’**عن صبر ذى الروح** ‘‘ تک ہے۔آگے ’’**عن اخصاء البهائم نهيا شديداً**‘‘ یہ ٹکڑا امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے، آپ ﷺ کا فرمان نہیں۔

دیکھو! امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

(قال الشيخ) قوله واخصاء البهائم صبر شديد قياس على مانهى عند من صبر الروح وهو قول الزهرى رحمه الله تعالىٰ فقد رواه غير عبيد الله عن ابى ذئب مرسلاً وجعل الكلام فى الاخصاء عن قول الزهرى.

(سنن كبرىٰ ١٠/٢٤،ط:اداره تاليفات)

اعتراض ۲ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق منقول ہے:

كان ينهى عن اخصاء البهائم. (کہ وہ جانور کو خصی بنانے سے منع فرمایا کرتے تھے) اس کا کیا جواب ہے؟

جواب : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول وہ ہے جو ’’بواسطہ غیر عاصم‘‘ منقول ہے وہ منقطع ہے اور جو ’’بواسطہ عاصم‘‘ ہے اس میں بھی ضعف ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وهذا منقطع و روايات عاصم فيها ضعف. والله اعلم‘‘.

(سنن كبرىٰ ١٠/٢٤،ط:اداره تاليفات)

اشکال : **عن انس رضی اللہ عنہ فى قوله تعالىٰ : ﴿فليغيرن خلق الله﴾ قال من تغير خلق الله الخصاء** ۔ کہ خصی کرنا اللہ تعالیٰ کی پیدائش کو تبدیل کرنا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب : اس کے کئی جواب ہیں:

(۱) جس نے اس سے استدلال کیا ہے اس نے اس کی سند کی بحوالہ توثیق کی زحمت نہیں فرمائی۔

(۲) ’’تغیر خلق اللہ‘‘ کو خصی بنانے پر محمول کرنا یقینی نہیں بلکہ بعض نے تو اس کو غلط قرار دے کر کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کو تبدیل کرنا ہے۔

’’مصنف عبد الرزاق‘‘ میں اس تاویل کو غلط قرار دیتے ہوئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **اخطأ. ليغيرن خلق الله قال دين الله.**

(مصنف عبد الرزاق ٤/٤٥٧،ط:ادارة القرآن)

فرماتے ہیں کہ اس سے خصی کرنا مراد لینا غلط ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔

(۳) اس آیت کے تحت حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے ’’تغیرِ خلق اللہ‘‘ سے خصی بنانا مراد لیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ مَردوں کو خصی بنانا ناجائز ہے نہ کہ دوسرے جانوروں کا خصی بنانا۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں :

.... **بفقءِ عین الحامی واعفائه عن الرکوب او بالخصاء وهو مباح فی البهائم محظور فی بنی آدم.(تفسیر مدارک ۱/۲۵۲،ط:دار الفکر)**

علامہ نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں جس خصاء کی حرمت ہے وہ آدمیوں کو خصی بنانے میں ہے، جانوروں کا خصی بنانا مباح ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احمد ممتاز

دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدینؓ
مدنی کالونی ہاکس بے روڈ گریکس ماری پور کراچی
۲۲/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

﴿وجوب قربانی میں سونے کا نصاب معتبر ہے یا چاندی کا؟﴾

درج ذیل وجوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں چاندی کا نصاب معتبر ہے:

﴿۱﴾ بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اصل نصاب چاندی کے دراہم ہیں، اور سونے کے دینار چاندی کے دراہم پر محمول کر کے دوسو دراہم کی مالیت کے مطابق بیس دینار کو بھی نصاب بنایا گیا ہے، کیونکہ اس وقت بیس دینار کی مالیت دوسو دراہم کی مالیت کے برابر تھی۔

قال العلامة شاه ولی الله رحمه الله تعالیٰ: زکوة المال: واستفاض أیضا أن زکاة الرقة ربع العشر فإن لم یکن إلا تسعون ومائة فلیس فیها شیء وذلک لأن الکنوز أنفس المال یتضررون بانفاق المقدار الکثیر منها فمن حق زکاته أن تکون أخف الزکوات والذهب محمول علی الفضة وکان فی ذلک الزمان صرف دینار بعشرة دراهم فصار نصابه عشرین مثقالا.

(حجة الله البالغة ۲/۷۸، دار الکتب)

''یہ بات بھی مشہور ہے کہ چاندی کی زکوۃ چالیسواں حصہ ہے، پس اگر دراہم ایک سونوے ہوں تو اس میں کچھ لازم نہیں اور یہ اس لیے کہ خزانے بہت نفیس مال ہے، اوران کو زیادہ مقدار میں خرچ کرنے سے لوگوں کو دقت اور مشکل ہوتی ہے، پس چاندی کی زکوۃ کا حق یہ ہے کہ تمام اموالِ زکوۃ سے ہلکی ہو، اور سونا محمول ہے چاندی پر، اور اُس زمانہ میں ایک دینار کی قیمت دس درہم سے لگائی جاتی تھی لہٰذا سونے کا نصاب بیس مثقال ہے''۔

وقال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ: وکان الدینار علی عهد رسول الله ﷺ مقوما بعشرة دراهم. (بدائع الصنائع ۲/۱۸،ط:سعید)

''جناب نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک دینار کی قیمت دس دراہم سے لگائی جاتی تھی''۔

جب اصل نصاب چاندی کا ہے تو اس کے ہوتے ہوئے اس کے تابع نصاب کو لینا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

﴿۲﴾ حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ مالِ تجارت وغیرہ کی قیمت اگر دونوں نصابوں کے برابر ہے تو پھر مالک کو اختیار ہے کہ جس نصاب کو چاہے اس کے مطابق حساب کرکے زکوۃ ادا کرے، اور اگر ایک نصاب کے برابر ہے اور دوسرے کے برابر نہیں تو پھر اتفاقاً اس نصاب کو لیا جائے گا جس کے برابر ہے، یعنی اگر چاندی کا نصاب پورا ہورہا ہے اور سونے کا پورا نہیں ہورہا تو باتفاقِ حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ چاندی کا نصاب لیا جائے گا۔

قال زين الدين بن إبراهيم ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وأشار بقوله ورق أو ذهب إلى أنه مخير إن شاء قومها بالفضة وإن شاء بالذهب لأن الثمنين في تقدير قيم الأشياء بهما سواء وفي النهاية لو كان تقويمه بأحد النقدين يتم النصاب وبالآخر لا فإنه يقومه بما يتم به النصاب بالاتفاق اهـ. وفي الخلاصة أيضا ما يفيد الاتفاق على هذا ..... فالحاصل أن المذهب تخييره إلا إذا كان لا يبلغ بأحدهما نصابا تعين التقويم بما يبلغ نصابا وهو مراد من قال يقوم بالأنفع ولذا قال في الهداية وتفسير الأنفع أن يقومها بما يبلغ نصابا .

(البحر الرائق ۲/۳۹۹، ط: رشيديه)

''اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ''ورق او ذھب'' سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ صاحبِ نصاب کو اختیار ہے اگر چاہے تو عروض کی قیمت چاندی سے لگائے اور اگر چاہے تو سونے سے لگائے؛ اس لیے کہ سونا اور چاندی اس بات میں برابر ہیں کہ ان سے اشیاء کی قیمت لگائی جائے۔ اور نہایہ میں ہے کہ اگر سونے اور چاندی میں ایک سے قیمت لگانے میں نصاب پورا ہو اور دوسرے سے قیمت لگانے میں پورا نہ ہو تو اس پر

اتفاق ہے کہ اُس سے قیمت لگائے جس سے نصاب پورا ہو، اور ''خلاصہ'' میں بھی ایسی بات ہے جو مفیدِ اتفاق ہے (یعنی جس سے اس صورت پر اتفاق ثابت ہوتا ہے)۔۔۔۔۔

الحاصل! اصل مذہب صاحبِ نصاب کو اختیار دینا ہے مگر جب عروض ان دونوں (سونا، چاندی) میں سے کسی ایک کے حساب سے نصاب کو نہ پہنچ رہے ہوں تو جس سے نصاب پورا ہو اسی سے قیمت لگانا متعین ہے، اور یہی مراد ہے ان کی جنہوں نے فرمایا ہے کہ انفع سے قیمت لگائی جائے گی، اور اسی وجہ سے ہدایہ میں فرمایا ہے کہ انفع کی تفسیر یہ ہے کہ اس نصاب سے قیمت لگائی جائے جس سے نصاب پورا ہو۔''

وقال العلامة ابو بكر بن على الحدادى رحمه الله تعالىٰ: (قوله يقومها بما هو أنفع للمساكين)تفسير الأنفع أن يقومها بما يبلغ نصابا ...... أما إذا بلغت بأحدهما قومها بالبالغ إجماعا.(الجوهرة النيرة ۱/۱۵۲، ط: حقانيه)

''(مصنف کا قول: عروض کی قیمت اس کے ساتھ لگائے جو مساکین کے لیے انفع ہو) انفع کی تفسیر یہ ہے کہ اس نصاب کے ساتھ قیمت لگائے جو نصاب کو پہنچ جائے............ پس جب وہ کسی ایک نصاب کو پہنچے تو بالا جماع (وہی معتبر ہوگا اور) اسی سے قیمت لگائی جائے''۔

ان عبارات سے واضح ہوا کہ جب ایک نصاب پورا ہوتا ہو اور دوسرا پورا نہ ہوتا ہو، وہاں اتفاقاً اور اجماعاً اس نصاب کو لیا جائے گا جو پورا ہورہا ہو، دوسرے نصاب کا لینا خلافِ اجماع واتفاق ہے، اور خلافِ اجماع قول قواعد اور اصول کے اعتبار سے ''اختلافِ محمود'' میں نہیں آتا بلکہ ''خلافِ مذموم'' میں آتا ہے لہٰذا اس اجماع اور اتفاق کے خلاف تخییر کا قول کرنا اور سونے کے نصاب کو معیار بنانا ''خلافِ مذموم'' ہے نہ کہ ''اختلافِ محمود''، اور ''خلافِ مذموم'' کا حکم یہ ہے کہ اس کو ترک کرنا واجب ہے۔

الاختلاف لغة ضد الاتفاق قال بعض العلماء ان الاختلاف يستعمل فى قول بنى على الدليل والخلاف فيما لا دليل عليه كما فى بعض

حواشی الارشاد ویؤیدہ ما فی غایة التحقیق منه ان القول المرجوح فی مقابلة الراجح یقال له خلاف لا اختلاف......والحاصل منه ثبوت الضعف فی جانب المخالف فی الخلاف فانه کمخالفة الاجماع و عدم ضعف جانب فی الاختلاف لانه لیس فیه خلاف ما تقرر،انتهی.

(کشاف اصطلاحات الفنون ۲/۵۷،ط:دار الکتب العلمیه،بیروت)

”اختلاف لغت میں اتفاق کی ضد ہے،بعض علماء فرماتے ہیں کہ لفظِ ”اختلاف“ اس قول میں استعمال ہوتا ہے جو دلیل پر مبنی ہو،اور لفظ ”خلاف“ اس قول میں استعمال ہوتا ہے جس پر دلیل نہ ہو جیسا کہ ”ارشاد“ کے بعض حواشی میں ہے۔اور اس کی تائید وہ بات بھی کرتی ہے جو اس سے بھی زیادہ تحقیقی بات ہے اور وہ یہ کہ قولِ مرجوح کو......قولِ راجح کے مقابلہ میں ......خلاف کہا جاتا ہے نہ کہ اختلاف......اس کا حاصل یہ ہے کہ خلاف میں جانبِ مخالف میں ضعف ثابت ہوتا ہے؛اس لیے کہ یہ اجماع کی مخالفت کی مانند ہے اور اختلاف میں کسی جانب بھی ضعف نہیں ہوتا؛اس لیے کہ اس میں کوئی پختہ مخالفت نہیں۔

وقال الامام المرغینانی رحمه الله تعالیٰ : و فی ما اجتمع علیه الجمهور لا یعتبر مخالفة البعض وذلک خلاف ولیس باختلاف والمعتبر الاختلاف فی الصدر الاول.

(الهدایة ،کتاب آداب القاضی،فصل فی قضاء المرأة ۳/۱۴۲، ط:شرکة علمیه)

”جس بات پر جمہور کا اتفاق ہو جائے اس میں بعض کی مخالفت ناقابلِ اعتبار ہے اور ایسا کرنا ”خلاف“ ہے،اختلاف نہیں ہے،اصل اعتبار صدرِ اول کے اختلاف کا ہے“۔

﴿۳﴾ انفاقِ مالی کی تین صورتیں ہیں:

(۱) جس میں صرف اتلاف ہو،جیسے اعتاقِ رقبہ۔

(۲) جس میں میں صرف تملیکِ غیر ہو،جیسے زکوۃ وغیرہ صدقات۔

(۳) جس میں دونوں جمع ہوں یعنی اتلاف بھی ہو اور تملیک بھی ہو، جیسے اضحیہ اور قربانی۔

قال العلامة شمس الأئمة محمد بن أحمد بن أبی سهل السرخسی رحمه الله تعالیٰ: اعلم بأن القرب المالیة نوعان نوع بطریق التملیک کالصدقات ونوع بطریق الإتلاف کالعتق ویجتمع فی الأضحیة معنیان فإنه تقرب بإراقة الدم وهو إتلاف ثم بالتصدق باللحم وهو تملیک.

(المبسوط ۱۰/۱۲،ط: رشیدیه)

وقال العلامة محمد بن حسین رحمه الله تعالیٰ: واعلم أن القربة المالیة نوعان نوع بطریق التملیک کالصدقات ونوع بطریق الإتلاف کالإعتاق وفی الأضحیة اجتمع المعنیان فإنه یتقرب بإراقة الدم وهو إتلاف ثم بالتصدق باللحم فیکون تملیکا اه. (تکملة البحر ۸/۳۱۷،ط:رشیدیہ)

دونوں عبارات کا ترجمہ ملاحظہ ہو: جان لیجئے! مالی عبادات کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم وہ جو بطورِ تملیک ہو، جیسے صدقات اور دوسری قسم وہ جو بطورِ اتلاف ہو، جیسے غلام آزاد کرنا اور اضحیہ میں دونوں قسمیں جمع ہیں؛ اس لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے جانور کا خون بہا کر اور یہ اتلاف ہے، پھر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے گوشت صدقہ کر کے اور یہ تملیک ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دو مقصد ہیں: اتلاف اور تملیکِ غیر۔ جس سے ثابت ہوا کہ قربانی میں فقراء کا نفع بھی ملحوظ ہے؛ لہٰذا یہ تصور کہ قربانی میں نفعِ فقیر کا سرے سے لحاظ نہیں کیا گیا درست نہیں۔

﴿۴﴾ اضحیہ کے باب میں تقریباً ساری جزئیات میں متعین طور پر نصاب ”مائتی درهم“ (دوسو درہم) کا ذکر کیا گیا ہے جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ ان ماہرینِ شریعت

حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ازمنہ میں دونوں میں تفاوت تھا،اس لیے اتفاقی اور اجماعی حکم ......جوکہ بدوں تخییر کم نصاب جوکہ چاندی کا ہے کی تعیین ہے......کو متعین طور پر بیان فرمادیا،......بعض جزئیات ملاحظہ ہوں:

ولو كان له دار فيها بيتان شتوى وصيفى وفرش شتوى وصيفى لم يكن بها غنيا فإن كان له فيها ثلاثة بيوت وقيمة الثالث مائتا درهم فعليه الأضحية وكذا في الفرش الثالث ..... ولا يصير الغازى بالأسلحة غنيا إلا أن يكون له من كل سلاح اثنان أحدهما يساوى مائتى درهم ...... وفي الفتاوى الدهقان ليس بغنى بفرس واحد وبحمار واحد فإن كان له فرسان أو حماران أحدهما يساوى مائتين فهو نصاب ...... والزارع بثورين وآلة الفدان ليس بغنى وببقرة واحدة غنى وبثلاثة ثيران إذا ساوى أحدها مائتى درهم صاحب نصاب. (الفتاوى الهندية ۲۹۳/۵،ط:رشيديه ......الوجيز على الهندية ۷۸۲/۶)

''اور اگر کسی کے گھر میں دو کمرے ہوں ایک گرمی کا اور ایک سردی کا ،اور گرمی اور سردی کے بستر ہوں تو وہ اس سے غنی نہیں ہوگا۔البتہ اگر اس گھر میں تین کمرے ہوں اور تیسرے کمرے کی قیمت دوسو درہم ہو تو اس پر قربانی واجب ہے،اسی طرح تیسرے بستر پر............ اور غازی اسلحہ سے غنی نہیں بنتا مگر اس صورت میں کہ غازی کے پاس اسلحہ کی ہر قسم میں سے دو عدد ہوں،اور ان میں سے ایک اسلحہ دوسو درہم کا ہو، ......اور فتاویٰ میں ہے کہ کسان ایک گھوڑے اور ایک گدھے سے غنی نہیں ہوتا البتہ اگر اس کے پاس دو گھوڑے ہوں یا دو گدھے ہوں اور ان میں سے ایک کی قیمت دوسو درہم ہو تو وہ نصاب (غنی) ہے،......اور مُزارِع اور کاشت کار دو بیلوں اور ہل وغیرہ کھیتی باڑی کے آلات سے غنی نہیں ہوگا اور ایک گائے سے غنی ہوجائے گا اور اور تین بیلوں سے غنی ہو جائے گا جب ایک بیل کی قیمت دوسو درہم ہو تو وہ صاحبِ نصاب ہے۔''

﴿۵﴾ یہ خیال کہ چاندی کے نصاب سے قربانی کرنے والوں پر بوجھ ہوگا،درست نہیں کیونکہ جو مسلمان قربانی کی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ قربانی قدیم ترین شعائرِ دین میں سے ہے،اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے اس عملِ قربانی کو اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا ہے، جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ولكل امة جعلنا منسكا﴾[الحج : ۳۴] ''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کے عمل کو عبادت بنایا'' بہر حال قربانی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایک بہترین عمل ہے،اس کا ثبوت قرآنِ مجید،احادیث اور امت مسلمہ کے مسلسل عملی تواتر سے ہے۔

قال العلامة ظفر احمد العثمانى رحمه الله تعالىٰ :ولنا ان النبى ﷺ ضحى والخلفاء بعده، ولو علموا ان الصدقة افضل لعدلوا اليها، قال ابن عمر: ضحى رسول الله ﷺ والمسلمون من بعده، وجرت به السنة، رواه ابن ماجة (۲۳۲) وسنده حسن، وصح عنه ﷺ انه قال:''من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا'' وقال تعالىٰ :﴿ ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام﴾ وفى كل ذلك اشعار بكون الاضحية من شعائر الله والاسلام. (اعلاء السنن ۲۸۲/۱۷،ط:ادارة القرآن)

اور اس پر ان گنت اجر وثواب اور حسنات کی بشارت ہے چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:قال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم : يا رسول الله ما هذه الأضاحى قال: سنة أبيكم إبراهيم صلى الله عليه وسلم قالوا: فما لنا فيها يا رسول الله قال: بكل شعرة حسنة. قالوا: فالصوف يا رسول الله قال: بكل شعرة من الصوف حسنة . رواه أحمد وابن ماجه.(مشكوة ۱۲۹/۱،ط:قديمى)

''رسول کریم ﷺ کے اصحاب نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ یہ قربانی کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور ان کا طریقہ) ہے۔صحابہ نے عرض

کیا کہ یارسول اللہ پھراس میں ہمارے لیے کیا ثواب ہے؟ فرمایا: (گائے اور بکری کی قربانی کرنے میں کہ جس کے بال ہوتے ہیں) ہر بال کے بدلہ نیکی ہے۔انہوں نے عرض کیا کہ صوف (یعنی دنبہ، بھیڑ اور اونٹ کی اون اور اس کے بدلہ کیا ثواب ملتا ہے؟) فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی''۔(مظاہرِ حق،۱/ ۶۵۹، ط: دارالاشاعت)

نیز جن کا عقیدہ اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے، کم نہیں ہوتا اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں بلکہ یہ تو خوشی خوشی سے تہائی یا نصف یا سارا کا سارا نصاب بھی خرچ کردے گا، البتہ جو ایسا نہیں وہ کروڑ پتی بھی ہو تو بھی بوجھ سمجھ کر کرے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**یمحق الله الربیٰ و یربی الصدقات**﴾[**البقرة: ۲۷۶**]

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں''

وعن أبی هريرة ﷛ قال: قال رسول الله ﷺ : قال الله تعالی: أنفق يا ابن آدم أنفق عليک متفق عليه. (مشکوة ۱/ ۱۶۴، ط:قديمی)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے اولادِ آدم! (میری راہ میں اپنا مال) خرچ کر، میں تیرے اوپر خرچ کروں گا''۔(مظاہرحق ۲/ ۲۴۲، ط: دارالاشاعت)

وعن أبی كبشة الأنماری أنه سمع رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: ثلاث أقسم عليهن وأحدثكم حديثا فاحفظوه فأما الذی أقسم عليهن فإنه ما نقص مال عبد من صدقة ولا ظلم عبد مظلمة صبر عليها إلا زاده الله بها عزا ولا فتح عبد باب مسئلة إلا فتح الله عليه باب فقر ..... رواه الترمذی وقال: هذا حديث صحيح. (مشکوة ۲/ ۴۵۱، ط:قديمی)

''حضرت ابو کبشہ انماری ﷛ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تین باتیں ہیں جن کی حقانیت وصداقت پر میں قسم کھا سکتا ہوں، اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں (یعنی تمہارے سامنے اپنی ایک حدیث بیان کرتا ہوں) تم اس کو یاد رکھنا (اور

اس پر عمل پیرا ہونا) پس وہ تین باتیں جن کی حقانیت وصداقت پر میں قسم کھا سکتا ہوں، یہ ہیں کہ بندہ کا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے (صدقہ وخیرات کرنے) کی وجہ سے کم نہیں ہوتا (یعنی کسی بندے کا اپنے مال کو خدا کی رضا وخوشنودی کے لیے خرچ کرنا بظاہر تو اپنے مال کو کم کرنا اور گھٹانا ہے مگر حقیقت کے اعتبار سے اس کو کوئی نقصان اور گھاٹا نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا صدقہ و خیرات کرنا دنیاوی طور پر بھی اس کے مال واسباب میں خیر و برکت کا موجِب ہے اور آخرت میں بھی حصولِ ثواب کا ذریعہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز کثرت وزیادتی کے حکم میں ہوگی نہ کہ نقصان کے حکم میں) اور جس بندہ پر ظلم کیا جائے اور اس کا مال ناحق لے لیا جائے وہ بندہ اس ظلم وزیادتی پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے..........اور جس بندہ نے اپنے نفس پر سوال کا دروازہ کھولا (یعنی ضرورت وحاجت کی وجہ سے نہیں بلکہ مال ودولت جمع کرنے اور خواہشاتِ نفس کی تکمیل کے لیے لوگوں سے مانگنا شروع کردے) اللہ تعالیٰ اس کے لیے فقر وافلاس کا دروازہ کھول دیتا ہے۔(مظاہرحق ۴/ ۸۰۷، ط: دارالاشاعت)

﴿۶﴾ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ احتیاط چاندی کے نصاب میں ہے اور عبادات میں احتیاط پر عمل واجب ہے، لہٰذا اس قانون کے کے پیشِ نظر بھی وجوبِ قربانی کے لیے چاندی ہی کے نصاب کو معیار بنانا واجب اور ضروری ہے۔

قال شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالیٰ: والأخذ بالاحتياط فی باب العبادات واجب. (المبسوط للسرخسی ۳/ ۱۱۴، ط:دار احياء التراث)

''اور عبادات کے باب میں احتیاط کو لینا واجب ہے۔''

قال كمال الدين ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ: وفی العبادات يؤخذ بالاحتياط. (فتح القدير ۸/ ۴۳۱، ط:رشيديه)

''اور عبادات میں احتیاط کو لیا جائے گا۔''

نیز یہ معلوم ہے کہ قربانی کی تین قسمیں ہیں: (۱) ادنیٰ (۲) اوسط (۳) اعلیٰ

جس کے پاس چاندی کا نصاب جو کہ تقریباً اس وقت بہتّر ہزار ہے، جس کے پاس بہتّر ہزار حوائجِ اصلیہ سے زائد ہوں اسکے لیے ادنی درجے کی قربانی (جو دس ہزار کے قریب قریب میں بآسانی خریدی جاسکتی ہے) کو خرید کر کرنا کیا مشکل ہے؟ شریعت نے ہر ایک صاحبِ نصاب کے ذمہ قربانی تو واجب کی ہے اعلیٰ درجہ کی قربانی واجب نہیں کی۔

احمد ممتاز

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ماری پور کراچی

یوم النحر ۱۴۴۱ھ

﴿یادداشت﴾